جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
القرآن الحکیم ۶۵:۱۲

النور

شہادت ۱۳۸۷ ہش
اپریل ۲۰۰۸ء

حضرت خلیفة المسیح الثالث رحمہ اللہ ایڈیشن

مسجد بیت الرّحمٰن ۔ سِلور سپرنگ ۔ میری لینڈ

Khilafat International Sports Tournament
Organized by MKA-USA

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (2:258)

النــــور

اپریل 2008

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ O (ھود:53)

اور اے میری قوم اپنے ربّ سے استغفار کرو پھر اسی کی طرف توجہ کرتے ہوئے جھکو وہ تم پر لگاتار مینہ برساتے ہوئے بادل بھیجے گا اور تمہاری قوت میں مزید قوت کا اضافہ کرے گا اور جرموں کا ارتکاب کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر نہ چلے جاؤ۔

{700 احکام خداوندی صفحہ 49}

قرآن کریم

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝ؕ

(صٓ: 28,27)

اے داؤد! یقیناً ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور میلانِ طبع کی پیروی نہ کر ورنہ وہ (میلان) تجھے اللہ کے رستے سے گمراہ کر دے گا۔ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کے رستے سے گمراہ ہو جاتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب (مقدر) ہے بوجہ اس کے کہ وہ حساب کا دن بھول گئے تھے۔

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو اُن کے درمیان ہے بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا محض گمان ہے جن لوگوں نے انکار کیا۔ پس آگ (کے عذاب) کی ہلاکت ہو اُن پر جنہوں نے کفر کیا۔

حدیث مبارکہ

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَاَبُوْبَكْرٍ بِالسُّنْحِ قَالَ اِسْمَاعِيْلُ يَعْنِيْ بِالْعَالِيَةِ فَقَالَ عُمَرُ يَقُوْلَ: وَاللّٰهِ مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَقَالَ: عُمَرُ، وَاللّٰهِ! مَاكَانَ يَقَعُ فِيْ نَفْسِيْ اِلَّا ذَاكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ فَلَيُقَطِّعَنَّ اَيْدِيْ رِجَالٍ وَاَرْجُلَهُمْ فَجَآءَ اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهٗ فَقَالَ: بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ! طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَايُذِيْقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ اَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: اَيُّهَاالْحَالِفُ! عَلٰى رِسْلِكَ! فَلَمَّا تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ فَحَمِدَ اللّٰهَ اَبُوْبَكْرٍ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ: اَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَايَمُوْتُ، وَقَالَ: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ، وَقَالَ: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّاللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ قَالَ: فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُوْنَ۔قَالَ: وَاجْتَمَعَتِ الْاَنْصَارُ اِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ، فَقَالُوْا: مِنَّا اَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَذَهَبَ اِلَيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ وَاَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَاَسْكَتَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ! مَااَرَدْتُ بِذٰلِكَ اِلَّا اَنِّيْ قَدْ هَيَّاْتُ كَلَامًا قَدْ اَعْجَبَنِيْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَبْلُغَهٗ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَتَكَلَّمَ اَبْلَغَ النَّاسِ فَقَالَ فِيْ كَلَامِهٖ: نَحْنُ الْاُمَرَآءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَآءُ، فَقَالَ حُبَابُ ابْنُ الْمُنْذِرِ: لَا۔ وَاللّٰهِ! لَانَفْعَلُ مِنَّا اَمِيْرٌ وَ مِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: لَا، وَلٰكِنَّا الْاُمَرَآءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَآءُ، هُمْ اَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَاَعْرَبُهُمْ اَحْسَابًا فَبَايِعُوْا عُمَرَ اَوْاَبَا عُبَيْدَةَ ابْنَ الْجَرَّاحِ فَقَالَ عُمَرُ: بَلْ نُبَايِعُكَ اَنْتَ فَاَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَاوَاَحَبُّنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهٖ فَبَايَعَهٗ وَبَايَعَهُ النَّاسُ فَقَالَ قَائِلٌ: قَتَلْتُمْ سَعْدَبْنَ عُبَادَةَ، قَالَ عُمَرُ: قَتَلَهُ اللّٰهُ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِبْنُ سَالِمٍ عَنْ زُبَيْدِيِّ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ: اَخْبَرَنِيْ الْقَاسِمُ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ فِى الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى ثَلٰثًا وَقَصَّ الْحَدِيْثَ، قَالَتْ: فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ خُطْبَةٍ اِلَّا نَفَعَ اللّٰهُ بِهَا، لَقَدْخَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَاِنَّ فِيْهِمْ لَنِفَاقًافَرَدَّهُمُ اللّٰهِ بِذٰلِكَ۔ ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ

اَبُوْبَکْرٍ النَّاسَ الْھُدٰی وَعَرَّفَھُمُ الْحَقَّ الَّذِیْ عَلَیْھِمْ وَخَرَجُوْا بِہٖ یَتْلُوْنَ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ۔۔۔اِلَی الشَّاکِرِیْنَ۔

(بخاری کتاب المناقب باب فضل ابی بکرؓ)

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ مدینہ کے بالائی حصہ سخ نامی مقام میں تھے۔ حضرت عمرؓ حضورؐ کی وفات سے بہت گھبرا گئے انہوں نے کہنا شروع کردیا خدا کی قسم! آنحضرت ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ بعد میں حضرت عمرؓ نے بتایا خدا کی قسم میں اس وقت یہی سمجھتا تھا اور یقین کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو مبعوث کرے گا اور آپؐ آکر منافقوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ بہرحال حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کی وفات کی خبر سن کر پہنچے۔ اور حضورؐ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر بوسہ دیا اور پھر کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے زندگی بھی بہت اچھی گزاری اور وفات بھی اچھے حالات میں ہوئی۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے آپؐ کو اللہ تعالیٰ کبھی دو موتیں نہیں دے گا یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ آپؐ کی جسمانی وفات کے بعد آپؐ کا دین بھی مٹ جائے یہ کہہ کر آپ حجرہ مبارک سے باہر آئے اور مسجد کی طرف گئے اور حضرت عمرؓ کو کہا اے قسمیں کھانے والے! ذرا ہوش میں آ، اور آرام سے بیٹھ۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ بات کہی تو حضرت عمرؓ بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی۔ اس کے بعد کہا جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ آپؐ فوت ہوگئے ہیں لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اور اسلام کو اس کا دین سمجھتا تھا تو اسے یقین رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا پھر حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کریم کی یہ آیات پڑھیں۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ

(الزمر:31)

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَا۠ئِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّاللّٰہَ شَیْئًا ؕ وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ۔

(ال عمران: 145)

تو بھی وفات پانے والا ہے۔ اور یہ بھی وفات پانے والے ہیں۔ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ سے پہلے سارے رسول فوت ہوچکے ہیں اس لئے اگر محمد ﷺ فوت ہوجائیں یا شہید کردیئے جائیں تو کیا تم اس وجہ سے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھرتا ہے یعنی ارتداد اختیار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور

اللہ تعالیٰ شکر کرنے والے بندوں کو اچھی جزا دے گا۔''

حضرت ابو بکرؓ کی یہ تقریر سن کر لوگوں پر سناٹا چھا گیا اور وہ رونے لگے اور انہیں یقین ہو گیا کہ واقعی آنحضرت ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ کے گھر جمع ہوئے اور انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ ہم میں سے ایک الگ امیر ہوگا اور مہاجرین میں سے الگ۔ یہ بات سن کر حضرت ابو بکرؓ ' حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ انصار کے ہاں گئے۔ حضرت عمرؓ کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے ان کو چپ کرا دیا۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ دراصل میں نے اس موقعہ کیلئے ایک تقریر سوچی تھی جو میں سمجھتا تھا بہت اچھی ہے اور حضرت ابو بکرؓ ایسی تقریر نہیں کر سکیں گے لیکن حضرت ابو بکرؓ جب بولے تو آپ کی تقریر زیادہ فصیح و بلیغ تھی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم مہاجرین میں سے امیر منتخب ہونے چاہئیں اور تم انصار میں سے وزیر یعنی انصار کی حیثیت خلفاء کے وزراء اور مشیروں کی سی ہو۔ اس پر حباب بن منذر نے کہا۔ نہیں ہم نہیں مانیں گے۔ ہمارا الگ امیر ہوگا اور تمہارا الگ۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ امیر ہم قریش میں سے منتخب ہو اور تم وزیر کی حیثیت سے حکومت میں شامل ہو، کیونکہ مہاجرین ہی قریش میں سے ہونے کی وجہ سے سارے عرب میں بااثر اور سیاسی قیادت کے مالک سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم حضرت عمرؓ یا حضرت ابو عبیدہؓ کی بیعت کر لو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا۔ نہیں، ہم آپ کی بیعت کریں گے کیونکہ آپ ہی ہمارے سردار ہو، ہم میں سے بہتر اور آنحضرت ﷺ کے زیادہ محبوب تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور آپ کی بیعت کی۔ اس پر دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کر لی۔ مجمع میں سے ایک آدمی نے کہا تم نے سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہم نے اسے کیا قتل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی اسے اپنے مقصد میں ناکام بنایا ہے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وفات کے وقت اوپر کی طرف ٹکٹکی باندھی ہوئی تھی۔ اور کہتے جاتے تھے

اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

یعنی بلند ترین ساتھی کے پاس چلا ہوں۔ آپؐ نے یہ الفاظ تین دفعہ کہے۔ بہر حال حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی تقریروں سے لوگوں کو فائدہ ہوا۔ حضرت عمرؓ کو ڈر تھا کہ کہیں لوگ نفاق میں مبتلا نہ ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت کی طرف لوٹایا اور ابو بکر کو توفیق عطا کی وہ سارے معاملہ کو سنبھال لیں اور لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھائیں۔ چنانچہ جب حضرت ابو بکرؓ نے تقریر کی تو لوگ آیت کریمہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل۔۔۔ بار بار پڑھتے اور روتے اور وہ یوں سمجھے جیسے آج ہی اس آیت کا انہیں علم ہوا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ارشاداتِ عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''اگر خلافتِ راشدہ صرف تیس برس تک رہ کر پھر ہمیشہ کیلئے اُس کا دَور ختم ہوگیا تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اس امت پر ہمیشہ کیلئے ابواب سعادت مفتوح رکھے کیونکہ روحانی سلسلہ کی موت سے دین کی موت لازم آتی ہے اور ایسا مذہب ہرگز زندہ نہیں کہلا سکتا جس کے قبول کرنے والے خود اپنی زبان سے ہی یہ اقرار کریں کہ تیرہ سو برس سے یہ مذہب مرا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس مذہب کیلئے ہرگز یہ ارادہ نہیں کیا کہ حقیقی زندگی کا وہ نور جو نبی کریم کے سینہ میں تھا وہ توارث کے طور پر دوسروں میں چلا آوے۔
افسوس کہ ایسے خیال پر جمنے والے خلیفہ کے لفظ کو بھی جو استخلاف سے مفہوم ہوتا ہے تدبر سے نہیں سوچتے کیونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہوسکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو۔۔۔سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔ پس جو شخص خلافت کو تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علّتِ غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہیں تھا کہ رسول کریم کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں قائم رکھنا ضروری ہے۔ پھر بعد اس کے دنیا تباہ ہو جائے کچھ پرواہ نہیں بلکہ پہلے دنوں میں تو خلیفوں کا ہونا بجز شوکت اسلام پھیلانے کے کچھ اور زیادہ ضرورت نہیں رکھتا تھا کیونکہ انوارِ رسالت اور کمالاتِ نبوت تازہ بتازہ پھیل رہے تھے اور ہزار ہا معجزات بارش کی طرح ابھی نازل ہو چکے تھے اور اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اس کی سنت اور قانون سے یہ بھی بعید نہ تھا کہ بجائے ان چار خلیفوں کے اُس تیس برس کے عرصہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کو ہی بڑھا دیتا اس حساب سے تیس برس کے ختم ہونے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل 93 برس کی عمر تک پہنچتے اور یہ اندازہ اس زمانہ کی عمروں سے نہ کچھ زیادہ اور نہ اُس قانونِ قدرت سے کچھ بڑھ کر ہے جو انسانی عمروں کے بارے میں ہماری نظر کے سامنے ہے۔
پس یہ حقیر خیال خدا تعالیٰ کی نسبت تجویز کرنا کہ اُس کو صرف اس امت کے تیس برس کا ہی فکر تھا اور پھر اُس کو ہمیشہ کیلئے ضلالت میں چھوڑ دیا اور وہ نور جو قدیم سے انبیاء سابقین کی امت میں خلافت کے آئینہ میں وہ دکھلاتا رہا اس امت کے لئے دکھلانا اس کو منظور نہ ہوا۔ کیا عقل سلیم خدائے رحیم و کریم کی نسبت ان باتوں کو تجویز کرے گی ہرگز نہیں اور پھر یہ آیت خلافتِ ائمہ پر گواہ ناطق ہے۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ کیونکہ یہ آیت صاف پکار رہی ہے کہ اسلامی خلافت دائمی ہے اس لئے کہ یَرِثُھَا کا لفظ دوام کو چاہتا ہے۔ وجہ یہ کہ اگر آخری نوبت فاسقوں کی ہو تو زمین کے وارث وہی قرار پائیں گے نہ کہ صالح اور سب کا وارث وہی ہوتا ہے جو سب کے بعد ہو۔''

(روحانی خزائن جلد 6 شھادۃ القرآن صفحہ 57-58)

منظوم کلام حضرت امام الزمان علیہ السلام

گر کرو توبہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں — تم تو خود بنتے ہو قہرِ ذُوالمنن کے خواستگار
وہ خدا حِلم و تفضّل میں نہیں رکھتا نظیر — کیوں پھرے جاتے ہو اُس کے حکم سے دیوانہ وار
میں نے روتے روتے سجدہ گاہ بھی تر کر دیا — پر نہیں اِن خشک دل لوگوں کو خوفِ کردگار
یا الٰہی اِک نشاں اپنے کرم سے پھر دکھا — گردنیں جُھک جائیں جس سے اور مکذّب ہوں خوار

اک کرشمہ سے دکھا اپنی وہ عظمت اے قدیر
جس سے دیکھے تیرے چہرے کو ہر اک غفلت شعار

تیری طاقت سے جو منکر ہیں انہیں اب کچھ دکھا — پھر بدل دے گلشن وگلزار سے یہ دشتِ خار
زور سے جھٹکے اگر کھاوے زمیں کچھ غم نہیں — پر کسی ڈھب سے تزلزل سے ہو مِلّت رستگار
دین و تقویٰ گم ہوا جاتا ہے یا رب رحم کر — بے بسی سے ہم پڑے ہیں کیا کریں کیا اختیار
میرے آنسو اس غمِ دل سوز سے تھمتے نہیں — دیں کا گھر ویراں ہے اور دُنیا کے ہیں عالی منار

دِیں تو اِک ناچیز ہے دُنیا ہے جو کچھ چیز ہے
آنکھ میں اُن کی جو رکھتے ہیں زر و عزّ و وقار

جس طرف دیکھیں وہیں اک دہریت کا جوش ہے — دیں سے ٹھٹّھا اور نمازوں روزوں سے رکھتے ہیں عار
جاہ و دولت سے یہ زہریلی ہوا پیدا ہوئی — موجبِ نخوت ہوئی رفعت کہ تھی اک زہرِ مار
ہے بلندی شانِ ایزد گر بشر ہووے بلند — فخر کی کچھ جا نہیں وہ ہے متاعِ مستعار
ایسے مغروروں کی کثرت نے کیا دِیں کو تباہ — ہے یہی غم میرے دل میں جس سے ہوں میں دلفگار

اے میرے پیارے مجھے اس سَیلِ غم سے کر رِہا
ورنہ ہو جائے گی جاں اس درد سے تجھ پر نثار

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو نبوت یا خلافت کے مقام پر فائز کرتا ہے وہ ان سے وعدہ کرتا ہے کہ میں تمہاری مدد کروں گا

اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کیلئے دعاؤں کا ہتھیار ہمیں دیا ہے۔
اپنی اپنی استعدادوں کے مطابق مجاہدہ اور تدبیر کو انتہا تک پہنچانا لازمی ہے۔
اپنے وقت، موقع اور شرائط کے مطابق جو دُعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔
کسی وقت بھی یہ خیال نہیں آنا چاہیئے کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی طاقت سے پرے ہے۔
اللہ تعالیٰ نے مادی طاقتیں ہم سے لے لیں اور اپنا پیار اور دُعا ہمارے ہاتھ میں پکڑا دی۔

(خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 22 ستمبر 1967 بمقام مری، پاکستان)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ O الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ O اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ O غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ O

سفرِ یورپ میں اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو دیکھ کر ہم پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور یہ دیکھتے ہوئے کہ وہاں غلبہء اسلام کیلئے امکانات واضح ہیں ہماری ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کا یہ اہم کام ہمارے سپرد کیا ہے لیکن ہم ہر لحاظ سے کمزور ہیں جہاں تک مادی طاقت کا سوال ہے ہمیں مادی طاقت نہیں دی گئی سیاسی اقتدار بھی ہمارے پاس نہیں نہ ہمیں ضروری سامانوں کی فراوانی حاصل ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اہم مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے ایک ہتھیار ہمارے ہاتھ میں دیا ہے اور وہ ہتھیار دُعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جن سے وہ پیار کرتا ہے اور جنہیں وہ اپنا قرب بخشتا ہے اور ان کمزوروں کو بھی جن پر اللہ تعالیٰ محبت کی نگاہ رکھے قبولیت دُعا کا نشان دیتا ہے بعض دفعہ ایک انسان دُعا کرتا ہے اور دوسروں سے بھی دعا کراتا ہے مگر وہ ناکامی کا منہ دیکھتا ہے اور آخر وہ خدا کے ایک بندے کے پاس پہنچتا ہے جس کی دعا قبول ہوتی ہے اور پھر وہ اس کیلئے دُعا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ اسے قبول فرمالیتا ہے۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نبوت یا خلافت کے مقام پر فائز کرتا ہے وہ ان سے وعدہ کرتا ہے کہ میں تمہاری مدد کروں گا اور اپنے وعدے کے مطابق جو وہ سامان اس کی کامیابی اور تمکنت دین کیلئے دیتا ہے ان میں سے ایک قبولیت دعا کا بھی ہوتا ہے۔

افریقہ سے مقامی احمدیوں کے قریباً روزانہ ہی خطوط آتے ہیں جو اپنے مقاصد

کیلئے دعا کی درخواست کرتے ہیں بڑی بڑی ضروریات کیلئے بھی اور معمولی تکالیف کے سلسلہ میں بھی افریقہ میں یہ جو لکھنے والے ہیں میں ان کو توجہ دلاتا رہتا ہوں کہ تم خود بھی دعا کرو اور خود اپنی ضروریات کو خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرو، ساتھ ہی میں بھی تمہارے لئے دعا کروں گا۔

قبولیت دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اپنی محبت، محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت، اسلام کی محبت، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت، احمدیت کی محبت اور خلافت کی محبت پیدا کرتا ہے حال میں ایک افریقن نو جوان کا خط مجھے ملا ہے کہ قریباً چار ماہ ہوئے میں نے آپ کی خدمت میں لکھا تھا کہ میرے ہاں کوئی بچہ نہیں ہوتا، دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے، اب آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہے اور میرے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے، دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے زندگی دے اور عمر والا ہو۔

لیکن باوجود اس کے کہ بعض بندوں کی دُعائیں عام طور پر (اگر وہ سنی جانے کے قابل ہوتی) قبول ہو جاتی ہیں۔ یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مقرب بندہ، بندوں کو خدا سے دُور نہیں لے جاتا، وہ تو خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں ان پر کھولتا ہے اور ہر دم اس کوشش میں رہتا ہے کہ اس کا ہر بھائی خدا تعالیٰ سے ذاتی تعلق محبت کا قائم کرلے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں بھی سنے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ روک بن کے کھڑا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ سے لوگوں کو بے نیاز نہیں کرتا، وہ ایک بت نہیں بن جاتا، جو یہ کہے کہ خدا تک جانے کی ضرورت نہیں میرے پاس آؤ میں تمہارے لئے دُعا کروں گا وہ قبول ہو جائے گی اس کے بالکل برعکس وہ ان کے ذہن میں یہ بات پورے زور کے ساتھ ڈالتا ہے کہ اللہ اپنے بندے سے پیار کرتا ہے وہ اس سے بولتا ہے اور اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے لیکن بندہ خود اس سے دور ہو جاتا ہے اور اس سے منہ پھیر لیتا ہے اور اس کی طرف نہیں جھکتا۔

تو خدا تعالیٰ کے بندے لوگوں کو کہتے ہیں کہ تم خدا کو پہچانو اس کی معرفت کو حاصل کرو، اس کی صفات کو اپنے اندر منعکس کرو اور اس کا قرب حاصل کر کے اس سے محبت کا تعلق قائم کرو وہ انہیں خدا سے پھیر کر اپنی طرف متوجہ نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ خود ہر ایک بندہ کی دُعا کو سن سکتا ہے اور اس کی دُعا کو قبول کر سکتا ہے۔

دنیا نہیں جانتی اور احمدی بھی جو اس مسئلہ کو سمجھتے ہیں وقتی طور پر بھول جاتے ہیں ابھی چند روز کی بات ہے راولپنڈی میں ایک احمدی دوست نے ایک ایسے نو جوان سے ملاقات کروائی جو ابھی احمدیت میں شامل نہیں انہوں نے جب مجھے دعا کیلئے کہا تو میں نے انہیں یہی مسئلہ سمجھانے کی کوشش کی کہ تم خود دعائیں کرو اپنے ربّ سے مانگو، میں بھی دعا کروں گا، اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیف کو دُور کرے اس وقت بعض دوست بیچ میں بول پڑے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ مسئلہ پھر وہ ٹھیک طرح سمجھ نہیں سکے اس شخص کو جو علم ہی نہیں رکھتا کہ ہمارا ربّ کتنی قدرتوں والا، ہمارا ربّ کتنا پیار کرنے والا اور کتنی دعائیں سننے والا ہے۔ پہلے یہ سمجھانے کی ضرورت تھی اور ویسے تو ساری دنیا میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں، جن کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ تم اپنے ربّ کو پہچانو اور یہ نہ سمجھ لو کہ ہمیں خدا کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہمیں خدا سے مانگنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں ان پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہمیں ایک بت کی، آدمی کی ضرورت ہے جو ہمارے اور خدا کے درمیان واسطہ بن جائے، ہمارے لئے وہ مانگے اور اللہ تعالیٰ سنے، اگر اس راہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر بندے کا اللہ تعالیٰ سے تعلق کس طرح پیدا ہو گا۔

تو اللہ تعالیٰ کے جو بندے ہوتے ہیں اور جو عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہیں۔ اور عاجزانہ راہوں کا سبق دیتے ہیں وہ بت نہیں بنا کرتے، وہ دوسروں کو خدا کا چہرہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو دعا کے متعلق یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ خود دعا کرنے کی ضرورت نہیں، خود ملک بننے کی ضرورت نہیں، خود قرآن کریم کے نور سے منور ہونے کی ضرورت نہیں۔ خلیفہ وقت کو جا کے کہو اور دُعا قبول کروالو، ایسے شخص کیلئے خلیفہء وقت کی دعا بھی قبول نہیں ہو گی ردّ کر دی جائے گی۔ کیونکہ یہ راہ تو خدا سے دُور لے جانے کی راہ ہے خدا کے قرب کی راہ نہیں۔

لیکن خلیفہء وقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق یہ مقام ضرور دیا ہے کہ اگر کسی اور کی دُعا ردّ ہو جائے اور خدا فضل کرنا چاہے اور پیار کا مظاہرہ کرنا چاہے تو خلیفہء وقت کی دعا قبول ہو جائے گی باوجود اس کے کہ دوسروں کی وہی دعا ردّ ہو چکی ہے اور اگر خلیفہء وقت کی دعا اللہ تعالیٰ کسی مصلحت کی بناء پر ردّ کر دے اور اپنی منوانا چاہے تو پھر دنیا میں کوئی ایسا شخص آپ کو نہیں ملے گا کہ جو

اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنی بات منوالے۔لیکن اصولاً دعا کا فلسفہ یہی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے مقابلہ پر وہ حیثیت بھی نہیں رکھتا جتنی ہمالیہ کے مقابلہ پر ایک چیونٹی۔ اللہ تعالیٰ بہت دفعہ اپنی منوانا چاہتا ہے اور منواتا ہے۔ کوئی ہے دنیا میں جس کا زور اس پر ہو اور کہے کہ میں نے زبردستی منوانا ہے سوائے کسی پاگل کے، کوئی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا، کوئی مجنون شاید اپنے جنون میں یہ دعویٰ کر دے۔ ذرا سی سمجھ والا انسان جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو نہیں کہہ سکتا کہ دنیا میں کوئی وجود ایسا ہے جو اپنے زور سے اللہ تعالیٰ سے بھی بات منوالے۔ کئی مذہبی پاگل ہوتے ہیں، کئی دنیوی پاگل ہوتے ہیں ایسے پاگل دنیا میں پائے جاتے ہیں لیکن جنون حقیقت میں قابل عمل تو نہیں ٹھہر سکتا حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز زبردستی نہیں لی جاسکتی جب وہ دیتا ہے تو یہ اس کا احسان ہے۔ جب وہ مانتا ہے اور دوستانہ تعلق کا اظہار کرتا ہے تو یہ اس کا احسان ہوتا ہے بندے میں کوئی خوبی نہیں ہوتی اور کبھی اپنی منواتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا۔

ہماری اسلامی تاریخ میں کئی ایسے بزرگ جنہوں نے اپنی زندگیاں اپنے ربّ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں گزرے ہیں کہ سالہا سال تک انہوں نے بعض دعائیں کیں اور ان کو جواب ملتا رہا کہ تمہاری نہیں سنی جائے گی لیکن وہ اپنے مقام کو پہچانتے تھے انہوں نے یہ بھی نہیں کہا کہ جب ہماری سنی نہیں جاتی تو ہم جا کے دنیا کمائیں۔ انہوں نے کہا کہ سنی جاتی ہے یا نہیں سنی جاتی ہمارا مقام یہی ہے کہ ہم اپنے ربّ کی عبادت کرتے رہیں اور اس کی حمد کے ترانے گاتے رہیں اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا (جیسا کہ ایک مشہور قصہ ہے اس کی تفصیل میں میں نہیں جاتا) کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جتنی دعائیں تم نے آج تک کی ہیں سب قبول کی جاتی ہیں۔ جب ردّ کرنے پر آیا تو سالہا سال تک ردّ کرتا چلا گیا اور جب ماننے پہ آیا تو ایک منٹ میں سب مان لیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے احسان، اس کے فضل اور اس کے پیار کا سلوک ہے ورنہ بندے کی اس میں کوئی خوبی نہ بندے کو اس پر کوئی فخر زیبا ہے تو وہ کبھی اپنے قادر ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور دعا کو ردّ کر دیتا ہے، کبھی وہ اپنے علام الغیوب ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور وہ بندے کو کہتا ہے کہ جو تم مانگ رہے ہو وہ تمہارے حق میں مفید نہیں، اس لئے میں تمہاری نہیں مانتا اور دل میں سکون پیدا ہو جاتا ہے اور بندہ سمجھتا ہے کہ میرے ربّ نے مجھ پر بڑا ہی احسان کیا ہے کہ اس نے میری بات نہیں مانی کیونکہ اگر وہ میری بات مان لیتا تو مجھے نقصان پہنچ جاتا۔

آپ میں سے جو قبولیت دعا کا تجربہ رکھنے والے ہوں وہ میرے ساتھ اس بات کی گواہی دیں گے کہ بعض دفعہ ایک آدمی دعا کرتا ہے اور وہ قبول ہو جاتی ہے اور بعد میں انسان پچھتاتا ہے کہ یہ دعا کیوں کی عام دعا کرنی چاہیئے تھی، خود کوئی مخصوص چیز نہیں مانگنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ تھوڑا لو، اگر دُعا عام کی جاتی تو زیادہ مل جاتا تو بعض دفعہ اللہ تعالیٰ دُعا ردّ کر دیتا ہے اپنے پیار کے اظہار کے لئے، بعض دفعہ اللہ تعالیٰ دعا قبول کر لیتا ہے اس بات کے ثابت کرنے کیلئے کہ تمہیں تو غیب کا علم ہی نہیں ہے غلط باتیں تم مجھ سے مانگ لیتے ہو اور اگر میں مان لوں تو تھوڑا سا فائدہ تمہیں پہنچتا ہے اگر تم مجھ پر چھوڑتے تو پھر تمہیں اس سے زیادہ فائدہ پہنچتا۔ اپنے بندوں سے اللہ تعالیٰ مختلف رنگ میں پیار کا سلوک کرتا ہے اور انہیں سبق دیتا ہے اپنے حسن کے جلوے بھی ان پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے احسان کے جلوے بھی ان پر ظاہر کرتا ہے۔

تو بنیادی چیز دُعا کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے بندہ زبردستی کوئی چیز اس سے لے نہیں سکتا، بہت دفعہ وہ اپنی منوانا چاہتا ہے اور منواتا ہے کیونکہ وہ قادر ہے بہت دفعہ وہ احسان کرتے ہوئے اپنے بندے کی مانتا اور اپنے پیار کا اس سے سلوک کرتا ہے کوئی شخص خود کو اس کے مقربین میں سے بت بنا کے اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتا اس کے بندے ''کارے یک باشد'' کا سلوک بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔ (اپنی زندگیوں میں) اور اس کے بندے دعاؤں کے ردّ ہو جانے کے بعد بھی اپنے دلوں کو اس کی محبت سے لبریز اور سکون سے پُر پاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جو بھی اس نے ہم سے سلوک کیا ہے پیارا سلوک کیا ہے۔ ہم سے غصے کا، یا نفرت کا، یا حقارت کا یا قہر کا سلوک نہیں کیا کیونکہ ان کی زندگیوں میں یہی نظر آتا ہے۔ ساری عمر میں ان کا مشاہدہ یہی ہوتا ہے۔ کچھ اور ہیں جو یا تو اپنے ربّ کو پہچانتے نہیں یا اگر پہچانتے ہیں تو اس کی محبت کے جلوؤں سے بالکل غافل ہیں اور اپنی زندگیوں میں انہوں نے اس محبت کی طرف، اس کی طرف جس سے انسان سب کچھ پاتا اور جس کو چھوڑ کے ہر چیز ضائع کرنا چاہتے ہو تو تمہیں مجاہدہ کرنا پڑے گا۔ خود مجاہدہ نہ کرو، خود قربانیاں نہ دو خود ایثار کے نمونے نہ دکھاؤ خود احکام الٰہی کے کاربند نہ

بنو اور صرف یہ سمجھ بیٹھو کہ کوئی پیر یا مرشد اور شخص جو ہے فقیر یا مجذوب تمہارے لئے خدا کے پاس جائے گا اور تمہارے لئے اس کی دعا قبول ہو جائے گی، یہ غیر معقول بات ہے اور غیر اسلامی، نہ عقل اسے تسلیم کرتی ہے نہ اسلام نے اس کی تعلیم دی ہے۔ نبی کی دعا اسی کیلئے قبول ہوتی ہے کہ جو خود اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنے والا ہو اور نبی کے ساتھ یکجائی ہو جائے، اس کا اپنا فکر اور تدبر کوئی نہ رہے محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت مثلاً صحابہ نے یہ رنگ اختیار کیا وہ چلتے پھرتے، حسب استعداد ایک نمونہ تھے آنحضرت ﷺ کا۔ بالکل وہی رنگ، اسی نہج پر سوچنا، اسی راستہ پر خدا کی راہ پر قدم مارنا، کوئی فرق نہیں تھا۔ کیونکہ انہوں نے ''فنافی الرسول'' کا مقام حاصل کر لیا تھا۔ تب خدا تعالیٰ طفیلی طور پر ان کی دعائیں قبول کر لیتا تھا اور بعض دفعہ اللہ تعالیٰ یہ بتانے کیلئے کہ تمہاری دعائیں جب قبول ہوتی ہیں تو طفیلی طور پر قبول ہوتی ہیں ان کی دعائیں تو رَدّ کر دیتا تھا، لیکن وہی دُعا جب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے ربّ سے مانگتے تھے تو وہ قبول کر لیتا تھا تا کہ ان لوگوں کو پتہ لگے کہ اس پاک اور مقدس وجود کے مقابلہ پر کھڑا نہیں ہونا، کیونکہ تمہیں روحانیت میں جو کچھ ملا ہے وہ طفیلی طور پر ملا ہے ایک حد تک چھوٹے پیمانے پر خلفائے وقت کا بھی یہی حال ہوتا ہے کیونکہ جو کچھ انہوں نے لیا ہوتا ہے وہ اپنے رسول متبوع سے لیا ہوتا ہے جس کے وہ نائب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی طفیلی طور پر ان پر اپنا فضل کر رہا ہوتا ہے۔ ہمیں امت مسلمہ میں جو کچھ ملتا ہے حقیقت ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے طفیل ملتا ہے۔ کوئی شخص آپؐ سے آزاد ہو کر کوئی روحانی رتبہ یا مقام حاصل کرے یہ ناممکن ہے۔ ہماری پہلی تاریخ میں ایسا نہ کبھی ہوا نہ آئندہ کبھی ہو سکتا ہے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی کسی برکت کی اُمید رکھتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنے آپ کو طفیلی بنائے۔

كُلُّ بَرَكَةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 265 حاشیہ نمبر 1)

کہ برکت کا منبع انسان کیلئے اس دنیا میں محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے آپؐ کو چھوڑ کے کچھ حاصل نہیں کیا جا سکتا خواہ کوئی ایک عام مسلمان ہو خواہ کوئی ولی اللہ خواہ وہ مجدد ہو خواہ کوئی ظلی نبی ہو خواہ کوئی اس نبی کا خلیفہ ہو، خلیفہ وقت کو بھی جو کچھ ملتا ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل میں، آپؐ کے ظل کی حیثیت سے آپؐ کے سلسلہ کے ایک نائب کی حیثیت سے ملتا ہے، آزادانہ طور پر کچھ بھی نہیں ملتا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی دنیا کو خدا کی طرف بلایا تھا اور کوئی ایسی بات نہ کی تھی، نہ دعا کے میدان میں نہ کسی اور میدان میں جو دنیا کو خدا سے دُور لے جانے والی ہو تو جن کو محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل اور آپؐ کے ظل کی حیثیت سے مل رہا ہے وہ اس طرح اس مقام کو حاصل کر سکتے ہیں یا اس مقام کو اپنا سکتے ہیں کہ وہ بندے اور خدا کے درمیان حائل ہو جائیں۔

تو یہ نکتہ میں دراصل اس نوجوان کو سمجھانا چاہتا تھا جو ابھی احمدیت میں داخل نہیں ہوا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں بڑا آدمی یا انسان ہوں یا کوئی اور بندہ دنیا میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ تم تو خدا سے دور بھاگو اور تمہارے لئے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور نعمتوں کی جھولیاں بھر کر لائے اور تمہاری گود میں ڈال دے، پھر لوگوں کو خدا کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی، پھر تو وہ دنیا کی عیش میں یا دنیا کے دھندوں میں مبتلا رہیں گے اور مطمئن بھی ہوں گے کہ جب ضرورت پڑی فلاں واسطہ ہے ہم اپنا مطلب اس کے ذریعہ حاصل کر لیں گے۔

یہ واسطے اسلام نے ہمیں نہیں بتائے نہ اسلام انہیں صحیح اور درست سمجھتا ہے ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے مطابق اپنے مجاہدہ کو انتہاء تک پہنچا دیتا ہے تب بھی وہ ناکامی کا منہ دیکھتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ذریعہ احسان کرتے ہوئے، دعا کو قبول کرتا اور کامیابی کا راستہ اسے دکھا دیتا ہے تا یہ بندہ اپنے ربّ کو پہچانے۔ یہ خیال کرنا کہ تدبیر اور مجاہدہ اور قربانیاں اور ایثار تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دکھایا نہ جائے، لیکن کسی کے ذریعہ سے جو چاہا حاصل کر لیا یہ بھی درست نہیں ہے۔

ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے ناچیز بندے کو (جیسا میں ہوں) جب ایک مقام پر فائز کرتا ہے تو اسے سمجھ بھی دیتا ہے کہ بات کرنے والے کی سمجھ کے مطابق اور عقل کے مطابق اس کو مسئلہ سمجھائے ایسے موقعوں پر کسی اور کا بیچ میں بول پڑنا اس بیچارے کیلئے مشکلات پیدا کر سکتا ہے اور اصل مقصد فوت

ہوجاتا ہے ایسے موقع پر آرام سے بات سننی چاہیئے بیچ میں بولنا نہیں چاہیئے۔باقی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دعا کا مسئلہ میرے لئے کوئی چھپا ہوا تو نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے بیان کیا، قرآن کریم نے بڑا کھول کر اس کو بیان کیا۔مثلاً ایک دوست نے بیچ میں کہہ دیا

وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ
(المومن: 51)

اور بالکل بے موقع اس آیت کو پڑھ دیا۔ان کو میں نے کہا کہ اس آیت کے ایک معنی یہ ہیں کہ کافر کی دعا جو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کے خلاف کی گئی ہے وہ ردّ کردی جاتی ہے اور رائیگاں جاتی ہے اور اس کے ایک اور معنی بھی ہیں کہ جس وقت کافر کو سزا دی جارہی ہوگی اس وقت اس سزا سے نجات حاصل کرنے کیلئے جو دعا وہ کرتا ہے وہ رائیگاں جاتی ہے، کیونکہ توبہ کا جو وقت تھا وہ اس نے کھودیا اور توبہ کا وقت کھو چکنے کے بعد جزا کے میدان میں جو کچھ اس نے کیا تھا، وہ ساری چیز اس کے سامنے آگئی۔اس وقت ایمان بالغیب کا تو کوئی پہلو رہتا نہیں اور ایسے موقعہ پر توبہ قبول نہیں ہوا کرتی (اسے قرآن کریم نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے) اس وقت وہ چاہے کتنی دعائیں کرے ردّ کردی جائیں گی کیونکہ یہ بے وقت دعائیں ہیں اس نے یہ ہنر سمجھا ہوتا کہ اپنے وقت اور موقع پر اس کے مطابق شرائط کو پورا کرتے ہوئے جو دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے ایسے کافر کا حال تو یہی ہے نا!! جیسے ایک لڑکا جس نے ایف۔اے کا امتحان دیا تھا اور وہ فیل ہوگیا جب نتیجہ نکل آیا تو پھر اس نے دعا شروع کردی کہ اے اللہ! مجھے اس امتحان میں پاس کردے جس میں فیل ہو چکا ہوں، تو ایسی دعا کیسے قبول ہوگی؟؟؟ بے وقت کی دعا ہے یعنی وہ تو اس کی سزا کا وقت شروع ہوگیا ہے نا!!! شرمندگی کی سزا، ایک سال اور ضائع کرنے کی سزا، اگر اس نے پڑھنا ہے۔تو ساتھ اس کے ماں باپ کو سزا کہ اس پر خرچ کرو تو ایسے موقعہ پر دعا قبول نہیں ہوا کرتی نہ ہوسکتی ہے۔نہ اس دنیا میں ہماری عقل کہتی ہے مضحکہ خیز بات ہے ایسی دعا قبول نہ ہوگی اور اس دنیا کے متعلق بالکل بے معنی چیز ہے۔چونکہ وہ دنیا ہماری نظروں کے سامنے نہیں۔بعض دفعہ ہماری عقل میں وہ بات آتی بھی نہیں۔لیکن بات وہی ہے کہ جب ایک واقعہ ہوگیا

اور اس کے جو بدنتائج تھے ان کے بھگتنے کا زمانہ آگیا، اس وقت اگر دعا کی جائے کہ اے اللہ مجھے پاس کردے اور بدنتائج نہ بھگتوں تو یہ غیر معقول دعا، ردّ کی جانے کے قابل دعا اور ردّ ہوجانے والی دعا ہے، ایسی دعا نہیں قبول ہوتی۔

وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ
(المومن: 51)

پھر ایک کافر کی یہ دعا کہ ایک مومن بندے کے مجاہدہ کا اچھا نتیجہ نہ نکلے

وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ
(المومن: 51)

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے ایک سلسلہ کو قائم کرے اور ایک تحریک کو جاری کرے اور پھر جو اس پر ایمان نہ لائیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عرفان نہ رکھتے ہوں وہ یہ تدبیر بھی کریں اور دعا بھی کریں کہ وہ سلسلہ کامیاب نہ ہو اور مومنوں کے مجاہدات اور قربانیوں کے وہ اچھے نتائج نہ نکلیں جو عام طور پر اللہ تعالیٰ نکالا کرتا ہے ایسی دعا کو وہ نہیں سنتا بلکہ ایسی دعا کے متعلق فرماتا ہے کہ پرے رکھو، یہ میرے بندے ہیں اور میری راہ میں کوشاں ہیں۔میں ان کی کوششوں اور مجاہدات کا بہترین نتیجہ نکالوں گا اور ان کو بہترین جزا دوں گا۔تم اگر دعائیں کرتے ہوئے اپنی ناک بھی رگڑ لو تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا یہ ہے مطلب

وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ
(المومن: 51)

لیکن وہ شخص جو اپنے خدا کو پہچانتا نہیں جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اپنے ربّ کو پہچانو، خود مجاہدہ کرو خود دعا کرو جس حد تک تم دعا کے فلسفہ کو سمجھ سکتے ہو۔جس حد تک تم دعا کی شرائط کو سمجھ سکتے ہو ان کے مطابق تم دعائیں کرو میں بھی تمہارے ساتھ دعا کروں گا۔خدا کرے کہ تمہارے اس ادھورے مجاہدہ اور کوشش کے ساتھ جب میری دعا شامل ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اپنے فضل سے نہ اس لئے کہ اس پر ہمارا کوئی حق ہے انسان کا کوئی حق اپنے ربّ پر نہیں اور ہمارے ربّ کے سب حقوق ہم پر ہیں ان کو پہچاننا چاہیئے اور

دعا اپنی شرائط کے ساتھ کرنی چاہیئے اور دعا جو ہے اس کے فلسفہ کو سمجھنا چاہیئے اور دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر سمجھنا چاہیئے۔ جو شخص خدا کو قادر نہیں سمجھتا اس کی دعا کیسے قبول ہوگی، کیونکہ وہ اپنی دعا میں اس ہستی کو مخاطب نہیں کر رہا جس کو ہم اللہ کہتے ہیں، جس کو اسلام نے پیش کیا ہے اس میں نہ کوئی کمزوری ہے اور نہ کوئی نقص ہے۔

میں نے ایک واقعہ پہلے بھی بتایا ہے ہمارے ایک یا دو احمدی تھے وہ غلط طور پر قتل کے کیس میں ملوث ہوگئے میں نے تسلی کر لی تھی کہ وہ قاتل نہیں، لیکن ہماری دنیا میں گواہوں پر فیصلے ہوتے ہیں ان کا نام مخالفوں نے رکھ دیا اور سیشن جج نے انہیں پھانسی کی سزا بھی دے دی، پھر ہائی کورٹ میں پھانسی کی سزا، پھر سپریم کورٹ میں پھانسی کی سزا قائم رہی۔ ان کے رشتہ داروں نے اس موقعہ پر کہ سپریم کورٹ نے بھی پھانسی کی سزا کو قائم رکھا تھا اور انہوں نے رحم کی اپیل کی تھی۔ مجھے خط لکھا اور اس میں لکھا کہ اس مقدمہ کا یہ پس منظر اور بڑا ہی مشکل بلکہ ناممکن ہے کہ ان حالات میں رحم کی اپیل منظور ہو جائے، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ آپ دعا کریں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو قبول ہو جائے، انہوں نے اس کے اس طرح خطرناک حالات لکھے کہ قریب تھا کہ میری قلم یہ فقرہ لکھ جائے کہ اللہ کی جو رضا ہو اس پر راضی رہنا۔ یکدم پیچھے سے ایک غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا اور میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ کیا میں ایک احمدی کو یہ سبق دوں کہ اس قسم کے مایوسی اور ناامیدی کے حالات میں ہمارے رب کے پاس طاقت اور قدرت باقی نہیں رہتی اور میرے قلم سے جو فقرہ نکلنے لگا تھا اس کی بجائے میں نے یوں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بات انہونی نہیں ہے اس واسطے مایوس نہیں ہونا چاہیئے، چند روز کے بعد ان کی اپیل منظور کر لی گئی اور وہ بری کر دیئے گئے۔ اس کا اس دوست پر اتنا اثر تھا کہ انہوں نے مجھے خط لکھا کہ میں اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو آپ کا وہ خط دکھاتا رہتا ہوں کہ یہ دیکھو اس طرح دعائیں قبول ہوتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کو قادر جاننا چاہیئے 'کُنْ' آخر سانس تک، مثلاً اس میں طاقت ہے کہ سارے ڈاکٹر کہہ دیں کہ مریض مر جائے گا اور اس کا حکم آجائے تو وہ شخص زندہ رہے گا۔ میں نے اپنی خلافت کے چھوٹے سے زمانہ میں کئی ایسی مثالیں دیکھی ہیں کہ ڈاکٹروں کی متفقہ رائے تھی کہ فلاں مریض مر جائے گا مگر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور وہ بچ گیا۔

سات سات بچیاں ہوئی ہیں بچہ نہیں ہو رہا اب عام حالات میں کہیں گے کہ شاید میاں بیوی کے جسمانی اعضاء کچھ اس قسم کے ہیں کہ لڑکی ہوگی اور وہ مایوسی کے عالم میں ہیں اور چھ سات بچے تو ویسے ہی ماں کیلئے پیدا کرنا اور ان کو پالنا بڑی کوفت کا کام ہے بڑی قربانی کا کام ہے لیکن پھر بھی ان کی خواہش ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے تو لڑکا پیدا ہو جاتا ہے، یہاں بھی اور افریقہ میں بھی بعض ایسی مثالیں ہیں کہ دعا کروائی اور لڑکا ہو گیا، اس لئے نہیں کہ دعا کروانے والے میں کوئی خوبی تھی بلکہ اس لئے کہ جس سے مانگا گیا تھا اس میں ساری قدرت اور طاقت تھی۔

تو اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق سمجھنا چاہیئے کسی وقت بھی یہ خیال نہیں آنا چاہیئے کہ کوئی چیز اس کی طاقت سے پرے ہے کونسی چیز ہے جو خدا کی طاقت میں نہیں ہے؟ تو دعا کرتے وقت اس کی طاقت کو پہچاننا چاہیئے اور ہر چھوٹی اور بڑی چیز میں اپنے کو اس کا محتاج سمجھنا چاہیئے دعا کیلئے بڑی ضروری شرط ہے یہ!!! اسی واسطے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بوٹ کا ایک تسمہ اگر چاہیئے تو یہ نہ سمجھنا کہ بوٹ کا تسمہ ایک چھوٹی سی چیز ہے ہم خود لے لیں گے بلکہ اس کیلئے بھی تم دعا کرو، کیونکہ اگر خدا تعالیٰ اپنا فضل نہ کرے تو تم بُوٹ کا تسمہ بھی حاصل نہیں کر سکتے اپنی طاقت اور زور اور کوشش سے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کو تسمہ چاہیئے بازار جائے تو راستہ میں کسی موٹر کے نیچے آکر مر جائے ختم ہونے والی چیز ہے۔

تو ہر وقت خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج سمجھنا چاہیئے چھوٹی سے چھوٹی چیز کیلئے بھی ہمیں اس کی مدد کی ضرورت ہے اور بڑی سے بڑی چیز کیلئے بھی ہمیں مدد کی ضرورت ہے۔ ہمارے لئے کوئی چیز بڑی ہے کوئی چھوٹی ہے مگر اس کیلئے ہر چیز ہی آسان ہے اس کیلئے تو چھوٹی بڑی کوئی چیز نہیں نا!!! جب وہ دینے پر آئے تو ہمالیہ جیسی نعمتیں دے دے اس کے خزانہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا پھر وہ نہ دینے پہ آئے تو کہہ دے کہ جوتی کا تسمہ بھی نہیں دوں گا اس کی شان ہے جو چاہے کرے۔

تو اس کی قدرتوں پر یقین کامل اور اپنی احتیاج کا احساس کامل ہونا چاہیئے اور یہ یقین ہونا چاہیئے کہ یہ ضروری نہیں کہ اگر دعا رد ہو جائے تو اس سے ہمیں

نقصان پہنچے گا، کیونکہ بہت سی دعائیں غلط طور پر مانگی جاتی ہیں ان کا قبول ہوجانا تکلیف دہ ثابت ہوسکتا ہے اور ان کا ردّ کیا جانا کوئی تکلیف نہیں دیتا، بلکہ اس شخص کیلئے بہتر ضرور ہوگا۔

تو ان ساری باتوں کو دعا کے متعلق ذہن نشین رکھنا چاہیئے اور ہر احمدی کو اس بات پر یقین کامل رکھنا چاہیئے کہ ہم بڑے کمزور ہیں ہم بڑے غریب ہیں، ہمیں کوئی اثر ورسوخ اور سیاسی اقتدار حاصل نہیں اور دنیا میں غلبہ اسلام کی ذمہ داری ہمارے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے باوجود کہ

لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا

(البقرۃ: 287)

وہ کون سی وسعت ہے جو اس نے ہمیں دی ہے؟ وہ دعا کی وسعت ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو روک لیا کہا کہ ہم تمہیں نہیں دیں گے اور کہا کہ یہ کام تمہارے سپرد کرتے ہیں، نکلو دنیا میں اور یہ کام پورا کرو، دنیا اس کام کو انہونا سمجھتی ہے اور انہونا یقین کرتی ہے (اپنی حماقت کے نتیجہ میں) لیکن اللہ تعالیٰ نے جس کا یہ وعدہ ہے کہ میں تمہارے ذمہ کوئی چیز نہیں لگاؤں گا جو تمہاری طاقت میں نہ ہو یہ کام ہمارے ذمہ لگا دیا تو ہمیں سوچنا چاہیئے کیونکہ اس نے ہمیں عقل دی ہے کہ اس نے ہمیں کیا چیز دی ہے، کون سا ہتھیار ہے، جس کے ذریعہ ہم غالب آسکتے ہیں؟ وہ ہتھیار دعا کا ہے۔ اس نے مادی طاقتیں ہم سے لے لیں اور اپنا پیار اور دعا ہمارے ہاتھ میں پکڑا دی اور کہا کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں تمہاری دعاؤں کو سنوں گا، کسی اور چیز کی تمہیں ضرورت نہیں ہے جاؤ اور دنیا پر اسلام کو غالب کرو، میں تمہارے ساتھ ہوں، گھبراؤ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچا اور حقیقی احمدی بننے کی توفیق عطا کرے اور جو علوم ہمیں سکھائے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ وہ ہمارے ذہن میں ہمیشہ حاضر رہیں اور ہماری نسلوں میں وہ ہمیشہ محفوظ رہتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں پر مغفرت کی چادر ڈالے اور محبت اور پیار کا سلوک جو وہ آج تک ہم سے کرتا چلا آیا ہے آئندہ بھی اس کا اسی محبت اور پیار کا سلوک ہمارے ساتھ رہے۔ (آمین)

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے متعلق الوداعی نظم

(برموقع سفر انگلستان بغرض تعلیم)

منظوم کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا

جاتے ہو میری جان خدا حافظ و ناصر
اللہ نگہبان۔ خدا حافظ و ناصر

ہر گام پہ ہمراہ رہے نصرتِ باری
ہر لحہ و ہر آن ۔ خدا حافظ و ناصر

والی بنو امصار علوم دو جہاں کے
اے ''یوسف کنعان'' خدا حافظ و ناصر

ہر علم سے حاصل کرو عرفانِ الٰہی
بڑھتا رہے ایمان ۔ خدا حافظ و ناصر

پہرہ ہو فرشتوں کا قریب آنے نہ پائے
ڈرتا رہے شیطان ۔ خدا حافظ و ناصر

ہر بحر کے غوّاص بنو لیک بایں شرط
بھیگے نہیں دامان۔ خدا حافظ و ناصر

سر پاک ہو اغیار سے دل پاک نظر پاک
اے بندۂ سبحان خدا حافظ و ناصر

محبوبِ حقیقی کی ''امانت'' سے خبردار
اے ''حافظِ قرآن'' خدا حافظ و ناصر

(گزشتہ سے پیوستہ، قسطِ دوم)

ظہورِ مہدی کی صدی

لطف الرحمٰن محمود

9۔حضرت اقدسؑ اور دوسرے مدعی

تاریخ اسلام میں کئی لوگوں نے مہدی، امام الزمان، امام قائم وغیرہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اسلامی تقویم کی شاید ہی کوئی صدی ایسے مدعی سے خالی رہی ہو۔ بلکہ عالمِ اسلام کے تقریباً ہر فرقے سے ایسے لوگ اٹھے۔ ابتدائی صدیوں میں ایسے مدعیوں نے سیاسی غلبہ اور اقتدار و حکومت کے حصول کیلئے مذہب کا استحصال کیا۔ بعض نیک لوگوں کی طرف ایسا دعویٰ منسوب کر کے شاطروں نے اُن کی طرف سے دعوت و تبلیغ کا کام بھی کیا۔ مقصد خود اقتدار کا حصول تھا۔

مختار ثقفی نے حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ سے یہی سلوک کیا اور موقع پا کر خود مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور عراق کے سیاہ و سفید کا مالک بن بیٹھا۔ کچھ ایسے مدعی بھی ہیں جنہوں نے الوہیت یعنی خدائی اور بعض نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا۔ ہمارا موضوع دعویٰ مہدویت ہے۔ اس سے ایک بات واضح ہوتی ہے کہ احادیث میں دی گئی علامات کو اہمیت حاصل ہے جن کے پورا ہونے سے مہدی کے عہد کی تعیین ہوگی۔ یہ ایک اہم سوال ہے کہ کیا ان مدعیانِ مہدویت کی ذات میں احادیث اور مذہبی لٹریچر میں مذکور علامات پوری ہوگئیں؟ کیا ''دین کے احیاء'' اور ''شریعت کے قیام کے وعدے پورے ہوگئے؟'' بعثتِ مہدی کے مقاصد کا مختصر ذکر قسطِ اوّل میں گزر چکا ہے۔ ان ''روایات'' میں غلبہء اسلام کے حوالے سے مہدی کی معاونت اور تائید میں نمایاں کردار حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول کا ہے۔ کس مدعی کے وقت میں یہ ''نزول'' ہوا اور قتلِ دجّال کا منظر کسی ایک امّتی کو بھی دیکھنے کا موقع ملا؟ انجام کے لحاظ سے بھی ان مدعیوں کی اکثریت کی کہانی عبرت ناک موڑ پر ختم ہوئی۔

☆ حکیم مقنع خراسانی (مدعیٔ الوہیت) نے مع اہل وعیال آگ میں کود کر خودکشی کر لی۔

☆ ایسے ہی ایک دوسرا مدعی ابن ابی زکریا طمانی ایک فوجی مزاحمت کے دوران قتل کر دیا گیا۔

☆ علی محمد خارجی نے عراق میں دعویٔ نبوت کیا۔ وہ 270 ہجری میں میدانِ جنگ میں مارا گیا۔

☆ مغربِ اقصیٰ کے مدعی نبوت ابوالقاسم احمد بن قسی نے اپنے جھوٹے دعویٰ سے توبہ کر لی اور خدا کی گرفت سے بچ گیا۔

☆ ابوعیسیٰ اصفہانی، حسن بن بہرام، زکرویہ بن ماہر قرمطی، محمود واحد گیلانی عبدالعزیز طرابلسی، احمد بن عبداللہ مراکشی وغیرہ نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر سب قتل ہوئے۔

☆ محمد بن عبداللہ کردستانی، محمد مہدا زکی، احمد بن علی محیرثی (یمنی) احمد بن عبداللہ مصری اور ابوالقاسم احمد بن قسی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر انجام کار اپنے دعوے سے رجوع کر کے توبہ کر لی۔

آپ چند ایک اچھے مصنفوں کی تاریخ اسلام کے موضوع پر دو چار کتابیں دیکھ لیں۔ آپ کو ایسے مدعیانِ مہدویت کے نام مل جائیں گے اور ان کے احوال و انجام سے بھی تعارف حاصل ہو جائے گا۔

امام مہدی کا بہت بڑا دینی مقام اور مرتبہ ہے اور اُسے اسلام کی حفاظت اور اشاعت کے حوالے سے گرانقدر خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملے گی۔ مگر متذکرہ بالا تمام مدعیوں کے دعویٰ تعلیمات اور طرزِ عمل سے اسلام اور

خلقِ خدا کونقصان ہی پہنچا۔ اس حوالے سے حضرت اقدسؑ کے ہمعصر مدعیان مہدویت کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ دعویٰ کرنا تو آسان امر ہے دعوے کے تقاضے پورا کرنا اصل کام ہے۔

علی محمد شیرازی

یہ ایرانی مدعی مہدویت 1819 یا 1820 میں پیدا ہوا۔ مذہباً اثنا عشری شیعہ تھا۔ وہاں بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ امام محمد مہدی بن امام حسن عسکری جو 260 ہجری میں غائب ہوئے، ایک ہزار کی غَیبَت کے بعد 1260 ہجری میں ظاہر ہو جائیں گے۔ علی محمد نے 1260 ہجری بمطابق 1830 ''باب'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ یعنی وہ امام المنتظر تک رسائی کا ''دروازہ'' ہیں۔ اصل مطلب تھا کہ وہ امام المنتظر کے علوم کا ناقل ہے۔ مگر جلد ہی اس نے خود ''مہدی'' ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ مگر علماء نے سخت مخالفت کی۔ علماء سے اس کے کئی مناظرے بھی ہوئے۔ ایک مناظرہ تبریز میں ہوا جس میں والیٔ ایران، محمد علی شاہ کے حکم پر ولی عہد، شہزادہ ناصرالدین بھی شامل ہوا۔ علی محمد نے شہزادے کی موجودگی میں وحی و الہام کا دعویٰ پیش کیا۔ اور اپنی تصنیف ''البیان'' کو وحی الٰہی قرار دیا۔ شہزادے نے علی محمد کو فاتر العقل قرار دیا اور سزائے موت تو نہ دی مگر تادیب کیلئے کوڑے لگوا کر قید کر دیا۔ علی محمد کے مرید حکومت کے خلاف شورش میں بڑھتے گئے۔ آخر کار 1856 میں فائرنگ سکوڈ نے اسے گولی ماردی۔ اور اس کی نعش ایک گڑھے میں پھینک دی۔

''باب'' کے مریدوں نے اسے خفیہ طور پر تہران میں دفن کر دیا۔ اور 29 سال بعد بہاؤاللہ کے حکم پر اسے عکّہ (موجودہ اسرائیل) میں لے جا کر دفن کر دیا گیا۔ اس مہدی کی ''خدمتِ اسلام'' کے حوالے سے یہ نوٹ کر لیجئے کہ علی محمد کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے وجود میں حلول کر گیا ہے۔ حلولِ الوہیت کے عقیدے کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں علی محمد نے شریعت کے بعض احکام میں بھی تبدیلی کی۔ مثلاً مستورات کے لئے پردہ منسوخ کر دیا۔ اسی طرح عورت کو میراث میں مرد کے برابر کر دیا۔ بہاء اللہ نے علی محمد باب کی تحریک کو آگے بڑھایا اور ''بہائیت'' کی شکل میں شریعتِ اسلام کو مکمل طور پر منسوخ کر دیا! اس پھل سے ہم اس درخت کو پہچان سکتے ہیں!

محمد احمد سوڈانی

محمد احمد 1848 میں پیدا ہوا۔ علی محمد شیرازی کے دعویٰ مہدویت سے 2 سال قبل اُس کی ولادت کے وقت' حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی عمر تقریباً 13 سال تھی۔ محمد احمد' شیخ نورالدائم کے سلسلہ طریقت سے وابستہ ہوا۔ اپنے شیخ سے الگ ہونے کے بعد اُس نے 1881 میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ معین الفاظ میں کسی الہام یا وحی کا ذکر نہیں کیا مگر کہا کہ مجھے ساری دنیا میں ایک ہی شریعت اور ایک ہی بیت المال قائم کرنے کا ''حکم'' ملا ہے۔ اس وقت سوڈان پر مصر قابض تھا۔ مصر خلافتِ عثمانیہ اور برطانیہ کے زیرِ سایہ تھا۔ مہدی نے سوڈان کو مصر کے چُنگل سے نجات دلانے کیلئے ''جہاد'' کا طریقہ اپنایا۔ بالفاظِ دیگر اس کا ''جہاد فی سبیل اللہ'' ایک مسلمان حکمران یا حکومت کے خلاف تھا۔ اور اپنے جہاد کی فضیلت کے حوالے سے مہدی صاحب کا یہ فتویٰ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

''خدا کی راہ میں ایک مسلمان کا تلوار کو حرکت میں لانا ثواب میں ستّر سال کی عبادت سے بڑھ کر ہے''

(جھوٹے نبی، رفیق دلاوری، ناشر نگارشات پبلشرز لاہور، ایڈیشن 2006 صفحہ 530)

مہدی کی اس تحریک کا صحیح نچوڑ ''انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز'' کے مصنفین نے نکالا ہے یعنی ''اس نے ایک مقامی سیاسی مقصد کے حصول کیلئے ریاست کے خلاف جنگ کا طریقہ اپنایا''

(Encyclopedia of Religions, Vol. 9, p. 5982)

مصری حکومت کو مہدی کی طاقت کا صحیح اندازہ نہ ہوا اور اس کی سرکوبی کیلئے چھوٹے چھوٹے دستے بھجوائے گئے۔ جنہیں مہدی کے فوجیوں نے بار بار شکست دی۔ ان کامیابیوں کو مہدی کے مریدوں نے ''تائیداتِ الٰہی'' اور ''معجزات'' قرار دیا اور رفتہ رفتہ اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا حتّٰی کہ اُس نے سوڈان کے وسیع وعریض علاقے پر قبضہ کر کے فوج، قضاء اور بیت المال کے محکمے قائم کر دیئے۔ مصر نے انگریز افسروں کی قیادت میں مزید فوج بھجوائی۔ مگر مہدی کو مغلوب نہ کیا جا سکا۔ البتہ عین اس عروج کی کیفیت میں، عالمِ بالا سے فیصلہ صادر ہو گیا۔ مہدی 37 سال کی عمر میں، 21 جون 1885 میں بخار یا چیچک سے بیمار ہو کر دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔ محمد احمد نے

مرتے وقت' عبداللہ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا اور اُسے مصر کے خلاف جہاد جاری رکھنے کی وصیت کی۔ کہا جاتا ہے کہ یہی عبداللہ مہدی سے دعویٰ کروانے کا اصل محرک تھا۔ ان جنگی مہمات نے اس کی طاقت کو کمزور کر دیا اور مصر اور برطانیہ کی منظم کارروائی فیصلہ کُن ثابت ہوئی۔ آخر کار 1889 میں لارڈ کچنر نے مہدی سوڈانی کی اس ریاست اور خلافت کا خاتمہ کر کے سوڈان پر قبضہ کر لیا۔ مصر اور برطانیہ کا یہ متحدہ اقتدار 1955 تک برقرار رہا۔ مہدی سوڈانی نے بھی اپنی ''مذہبی ریاست'' میں ''اسلامی'' قوانین جاری کئے اُن میں سے بعض شریعتِ محمدیہ سے متصادم تھے۔ اور اس کی ایک سچے مہدی سے توقع نہیں کی جا سکتی! مثلاً محمد احمد سوڈانی نے حج بیت اللہ، منسوخ کر دیا۔ اس کے دعویٰ مہدویت کا انکار کرنے والے یا اُس میں شک کا اظہار کرنے والے کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جاتا۔ یہ سزا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدترین ''منافقین'' کو بھی نہیں دی۔ مہدی کے خلیفہ، عبداللہ نے اس جرم کی سزا موت مقرر کر دی۔ محمد احمد نے ''حق مہر'' کے معاملہ میں بھی دخل دیا۔ باکرہ کا حق مہر 10 ریال اور بیوہ کا 5 ریال مقرر کر دیا۔ حالانکہ قرآن مجید نے صاحبِ حیثیت خاوند کو زیادہ مال بھی دینے کی اجازت دی ہے۔ اس نے دعوتِ ولیمہ کو ممنوع قرار دیا۔ اس کا اہتمام کرنے والے کو کوڑوں کی سزا دی جاتی اور اس کا مال بحق سرکار ضبط کر لیا جاتا۔ رمضان میں بلاعذر روزہ نہ رکھنے کی سزا قتل مقرر کی گئی۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے کتاب ''جھوٹے نبی'' صفحات 545-547)

مہدی سوڈانی کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلیں۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ وہ جلد ہی مکہ، مدینہ اور بیت المقدس کو فتح کرلے گا اور مشرق و مغرب میں اس کی حکومت قائم ہو جائے گی اور عراق کے شہر کوفہ میں اُس کی وفات ہوگی اور وہاں دفن کیا جائے گا لیکن مہدی صاحب خرطوم (سوڈان) میں دفن ہوئے۔ لارڈ کچنر نے اُس کی قبر کھود کر ہڈیاں دریائے نیل میں بہا دیں!!

محمد بن عبداللہ القحطانی

یہ شخص حضرت اقدسؑ کا پہلے دو مدعیوں کی طرح ہمعصر نہیں تھا۔ مگر اس نے 20 نومبر 1979 بمطابق 1400 ہجری کو اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا جو جماعت احمدیہ مسلمہ کی پہلی صدی کے اختتام سے 10 سال پہلے کا واقعہ ہے۔ بالفاظِ دیگر اس واقعہ کا جماعت احمدیہ کی پہلی صدی سے تعلق ہے۔ اس کے دعویٰ واقعات کی تفاصیل اور مدعی مہدویت اور اس کے رفقاء کے انجام میں غور و فکر کی جو دعوت موجود ہے' اس کے پیش نظر اس کا ذکر یہاں بے جا نہ ہوگا۔ اس مدعی نے اپنے دعویٰ کی موزونیت کیلئے چودھویں صدی ہجری کے اختتام اور نئی صدی کی ابتداء کا انتخاب کیا۔ نام محمد بن عبداللہ، دعویٰ کا اعلان مکہ میں خانہ کعبہ کے سامنے، رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کی تلقین، اس کے 200 مسلّح ساتھیوں نے مسجد بیت الحرام میں حاجیوں کو قتل کیا اور اس طرح مسجد حرام' خونِ ناحق، دھوئیں اور بارود کی بُو سے بھر گئی۔ اس ''مہدی'' نے حج کے مہینے' بلدہ امین' اور مسلمانوں کے خون کی حرمت کا خوب حق ادا کیا۔ یہ دل خراش خبر دنیا بھر میں نشر ہوئی اور کئی دن تک اس کا چرچا رہا۔ اسلام اکنافِ عالم میں رسوا ہوا ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

مہدی کے فتنہ کے سدِ باب کیلئے فوج کو کارروائی کرنی پڑی۔ اس سے مسجد کی مزید بے حرمتی ہوئی!! جہاں چیونٹی اور جوں کا مارنا بھی ممنوع ہے وہاں انسان بے دریغ قتل ہوئے!!

اس کارروائی میں 117 باغی ہلاک ہوئے۔ 27 سعودی فوجی جاں بحق اور 461 زخمی ہوئے۔ مہدی کے 63 مرد ساتھیوں کو گرفتار کیا گیا۔ اُن کی 12 ساتھی خواتین کو دو دو سال کی قید سنائی گئی۔ اُن کے بچوں کو یتیم خانوں میں بھیج دیا گیا۔ 19 افراد نے باغیوں کو اسلحہ فراہم کیا تھا۔ اُنہیں پھانسی دی گئی۔ محمد بن عبداللہ القحطانی کے 63 ساتھیوں کے سر قلم کر دیئے گئے۔ سعودی فرماں روا شاہ خالد نے ان کے موت کے وارنٹ پر اپنے قلم سے لکھا (ترجمہ):

''رضائے باری تعالیٰ کیلئے، خانہ کعبہ کی حرمت اور تقدس کی خاطر، نیز وہاں عبادت کی آزادی اور حفاظت کو یقینی بنانے کیلئے، اور مسلمانوں کے غم و غصہ کے اظہار کیلئے اُنہیں قتل کر دیا جائے''

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے کتاب The Kingdom مصنفہ Robert Lacey ناشر
(Harcourt Brace Jovanovich, NY 1981 pp.490-491

اس مہدی کا دعویٰ دراصل سعودی خاندان کے خلاف ایک ''کُو''(coup) کی سازش تھی۔ سیاسی مقاصد کیلئے مذہب کا استحصال کوئی نئی بات نہ تھی!!

10۔ مدعیانِ مہدویت کی ایک اور قسم

قرآن مجید نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت کی حقانیت کے ثبوت کے طور پر کئی دلائل دیئے ہیں۔ اُن میں سے ایک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات طیبہ کا جو لمبا عرصہ اپنی قوم میں بسر کیا اس کی پاکیزگی کو حضورؐ کی صداقت کے طور پر پیش کیا گیا۔ (سورۃ یونس: 17)
اسی طرح سورۃ الحاقّۃ کی آیات 44-48 میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ مفتری علی اللہ کی اللہ تعالیٰ شہ رگ کاٹ کر اُسے تباہ کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ دونوں قرآنی دلیلیں اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر پیش کی ہیں۔ چونکہ حضرت نبی کریم ﷺ کے نزول وحی کا عرصہ 23 سال بنتا ہے۔ اس لئے حضرت اقدسؑ نے اسے صادق کیلئے ایک معیار کے طور پر پیش کیا ہے۔ جماعت کے کم نظر ناقدین اپنے زعم میں اس قرآنی معیار کو رَدّ کرنے کیلئے خاص طور پر مندرجہ ذیل 3 مہدویت کے نام پیش کرتے ہیں:

1۔ عبیداللہ بن مہدی

2۔ محمد بن عبداللہ تومرت

3۔ جلال الدین محمد اکبر شہنشاہِ ہند

متفرق علاقوں اور مختلف صدیوں میں یہ تین بادشاہ گزرے ہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ان تینوں نے دوسروں کی تحریک پر ''مہدی'' ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ ان میں ایک اور بھی قدرِ مشترک ہے کہ ان تینوں میں سے کسی ایک نے بھی واضح طور پر اپنے دعویٰ کی بنیاد وحی والہام پر نہیں رکھی، اور نہ ہی اس دعویٰ کو خدا کے حکم کی طرف منسوب کیا۔ اسی طرح اُن میں سے کسی ایک نے بھی اپنی وحی و الہام کی نشر و اشاعت نہیں کی۔ سورۃ الحاقّۃ کی آیات میں پہلا جرم افتـراء عـلـی اللہ ہے اور دوسرا جرم تَـقَوَّلَ ہے یعنی اصرار اور تواتر کے ساتھ اس افتراء کو خدا کی طرف منسوب کر کے اُسے غیر معمولی شہرت دینا۔ ایسے گستاخ اور بے باک مفتری کو قطع وتین یعنی اس کی شہ رگ کاٹ دینے کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے۔

اعتراض برائے اعتراض یا اعتراض برائے مغالطہ انگیزی تنقید کی کوئی بہتر شکل نہیں۔ حضرت مرزا صاحب سے اختلاف کی بناء پر قرآن مجید کی ایسی وزنی دلیل کو توڑنے پر کمر بستہ ہو جانا، جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کیلئے پیش کی گئی ہے، مومنانہ فراست سے محرومی کا ثبوت ہے۔ ان ناقدین کا فرض ہے کہ وہ ناقابلِ تردید دلائل سے ثابت کریں کہ عبیداللہ مہدی، ابنِ تومرت اور اکبر نے وحی والہام سے مشرّف ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے دعویٰ مہدویت کو خدائی حکم قرار دیا۔ اس حکم پر مشتمل وحی الٰہی کی تقریر و تحریر میں اس انداز میں اشاعت کی کہ اسے تقوّل قرار دیا جا سکتا ہو۔ چونکہ یہ تینوں بادشاہ بھی تھے۔ اور انہیں وسائل درباری مؤرخوں، کاتبوں اور وزیروں کی سہولت بھی میسر تھی۔ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب وحی والہام کو یقیناً کتابی شکل میں محفوظ کیا جا سکتا تھا۔ مسیلمہ اور بعض اور کذابوں کے ایسے اقوال اگر تاریخ نے محفوظ کئے ہیں تو ان کے بارے میں کیوں سکوت ہے؟

عبیداللہ مہدی

اس کا باپ، محمد بن حبیب (اسماعیلی شیعہ) حمص سے بھاگ کر مغرب اقصیٰ (شمالی افریقہ) چلا گیا۔ وہاں اہلِ بیت کے عقیدت مند ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ شاطر داعیوں کے ذریعے اس نے وہاں جمعیت تیار کر لی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوا۔ جو آگے چل کر تیونس اور مصر وغیرہ کی فاطمی یا عبیدی سلطنت کا بانی بنا۔ تمام ثقہ مورخین متفق ہیں کہ وہ فاطمی نسل سے نہیں تھا۔ اس دعویٰ سے فائدہ اٹھا کر اس نے حکومت مستحکم کر لی۔ ابو عبداللہ اور اس کے بھائی ابوالعباس کو جنہوں نے اس کے اقتدار کی راہ ہموار کی تھی، قتل کروا دیا۔ 297 ہجری میں اس کی بیعتِ ''خلافت'' ہوئی اور ''امیرالمؤمنین'' کہلانے لگا۔ عبیداللہ 297 ہجری میں مر گیا۔ مہدی کا ٹائٹل اس نے سیاسی استحکام کیلئے اختیار کیا۔ اس کے کوئی مذہبی مقاصد نظر نہیں آتے۔ اس خاندان کی اسماعیلی شیعہ باطنی حکومت کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے ختم کیا۔

محمد بن عبداللہ تومرت

اس نے اپنے آپ کو حسنی سیّد کے طور پر پیش کیا اور طرح طرح کے حیلوں اور

دہشت گردی نیز قتل و غارت سے مراکش کی حکومت پر قابض ہوگیا اور عبیداللہ کی طرح سیاسی مقاصد کیلئے 514ہجری میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔عبدالمومن نامی ایک ذی اثر شخص نے اُسے اس راہ پر لگا دیا تھا۔ 534 ہجری میں بادشاہ ہونے کی حیثیت سے ''امیر المؤمنین'' ہی کہلاتا رہا۔ ابنِ تومرت کے مرنے کے بعد وہی اس کا جانشین ہوا۔ابن تومرت نے بھی اپنے دعویٰ کی بنیاد وحی و الہام پر نہیں رکھی۔نہ ہی اُن کی اشاعت کی۔ابوالقاسم دلاوری کے یہ ریمارکس قابلِ غور ہیں:

''عبدالمومن نے ابن تومرت کے بعد اُس کی مہدویت کے سارے افسانے طاقِ نسیان پر رکھ دیئے اور اپنی سلطنت کو منہاجِ نبوت پر قائم کر کے خالص اسلامی سلطنت بنا دیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابن تومرت کی مہدویت کا کبھی دل سے قائل نہ تھا''

(جھوٹے نبی صفحہ 349)

جلال الدین اکبر

اکبر 963 ہجری میں 14 سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔یہ جاہل تعلیم سے بے بہرہ تھا۔ ابتداء میں خوش عقیدہ مسلمان تھا۔بعض بے دین درباریوں (ابوالفضل،فیضی وغیرہ) کے زیر اثر اسلام سے بدظن ہوگیا اور 982 ہجری میں ''مرتد'' ہوگیا۔ 991 ہجری میں اپنی تخت نشینی کے اٹھائیسویں سال اُس نے اپنے بے دین درباریوں کے زیر اثر کہا کہ شریعتِ محمدیؐ کا دور 1000 سال گزرنے کے بعد ختم ہوگیا ہے۔اسی سال شریف نامی ایک اور گمراہ شخص کے زیر اثر اُس نے ''مہدی'' ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔اس کے بعد وہ گمراہی میں بڑھتا گیا لیکن اس کا ''دین الٰہی'' اور اس قسم کے غلط عقاید عملاً صرف دربار تک محدود رہے۔ 1014ہجری میں اکبر مر گیا۔بعض کہتے ہیں کہ وفات سے قبل اُس نے توبہ کر لی تھی۔ناخواندہ ہونے کی وجہ سے اکبر نے خود کوئی کتاب نہیں لکھی۔لیکن اس کے بعض درباریوں کی کتابیں ''اکبر نامہ'' وغیرہ محفوظ ہیں لیکن کسی کتاب میں اکبر کے دعویٰ الہام اور وحی الٰہی کے نمونوں کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ اُس سے اور بے اعتدالیاں اور گستاخیاں تو بہت سرزد ہوئیں مگر وہ افترىٰ علی اللہ اور تقوّل کا مرتکب نہیں ہوا۔

ان مدعیان مہدویت کا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت سے موازنہ اور مقابلہ کرنا ناقدین کی جہالت کا ثبوت ہے۔''تذکرہ'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؑ کے الہامات کا سلسلہ 1865 میں شروع ہوگیا تھا اور مئی 1908 تک جاری رہا۔مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا یہ عرصہ 40 سال سے زائد بنتا ہے۔حضورؑ نے تحریر و تقریر کے ذریعے ان الہامات کی خوب اشاعت کی۔عربی،فارسی اور اُردو تصانیف اور اشتہارات نیز اخبارات و خطوط غرض ہر ذریعہ استعمال کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی و الہام کے مورد و مہبط ہونے کا بار بار اعلان کیا۔بلکہ مخالفین کو نشانات کے ذریعے آزمائش کی دعوت دی۔اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور فعلی شہادت نے تصدیق و توثیق کر دی کہ ان تمام دعاوی پر حضورؑ حق بجانب تھے۔من جانب اللہ پیشگوئیاں حضورؑ کی زندگی میں بھی پوری ہوئیں اور اب بھی پوری ہو رہی ہیں۔عبیداللہ مہدی، ابنِ تومرت اور اکبر میں تو اس شان کا ایک ذرّہ بھی نظر نہیں آتا۔خاک کو عالمِ پاک سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ایسا ذکر معترض کی ناسمجھی، جہالت بلکہ روحانی شقاوت کا ثبوت ہے۔

11۔یہود کی موسوی مسیحؑ کی شناخت سے محرومی

یہود اولادِ انبیاء ہیں۔کسی زمانے میں خدا کی پسندیدہ قوم تھی۔تورات اور دیگر مذہبی نوشتوں میں موسوی مسیحؑ کے ظہور کے بارے میں بہت سی پیشگوئیاں اور علامات موجود تھیں مگر وہ اس موعود کی شناخت سے محروم رہے۔یہ مسیح بنی اسحاق سے آیا یعنی داؤدؑ اور سلیمانؑ کی نسل سے،اور آیا بھی بیّنات و آیات کے ساتھ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے حوالے سے قرآن مجید نے شہادت دی ہے کہ یہود جو حضورؐ کے وجود کو اپنے بیٹوں کی مانند حق الیقین سے پہچانتے تھے مگر پھر بھی بنی اسماعیلؑ سے حسد کی وجہ سے قبولِ حق کی توفیق سے محروم رہے۔مسیح ابن مریمؑ کے بارے میں یہ نسلی تعصّب اور حسد کی دیوار بھی حائل نہیں تھی پھر انہوں نے اپنے مسیحؑ کا کیوں انکار کر دیا۔انجیل اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انکار اور مخالفت کے مُحرّک اور ذمہ دار یہود کے

علماء تھے۔ انہوں نے عوام کو بھڑکایا اور حکام کو سزا دینے پر اُکسایا۔ انکار کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ موعود مسیحؑ ان کی توقعات پر پورا نہ اترا۔ اُن کے قلب و ذہن میں جو علامات تھیں وہ اُنہیں حضرت عیسیٰ بن مریمؑ میں نظر نہ آئیں اور جو نشانیاں کتابوں میں لکھی تھیں وہ ان کے خیال میں پوری نہ ہوئیں افسوس کہ اس قصورِ فہم کی وجہ سے

وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ

(االبقرۃ: 48)

کے مقام کے حامل یہود اپنے مسیح موعودؑ کا انکار کر کے مغضوب علیھم قرار پائے۔ اس انکار کی دو بڑی وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے ظہور کے وقت محکوم اور دنیاوی لحاظ سے مقہور اور پسماندہ یہود کے دل و دماغ میں یہ خیال راسخ تھا کہ مسیح موعود بزورِ شمشیر رومیوں کو ارضِ فلسطین سے نکالے گا اور تختِ داؤدؑ بحال کر کے یہود کو سیاسی اقتدار دلا دے گا۔ مگر آنے والا شاہانہ جاہ وجلال اور تیغ وتفنگ کے بغیر آیا بلکہ یہ تعلیم دی کہ حکومتِ وقت سے تعاون کرو اور قیصر کو ٹیکس ادا کرو۔

(متی باب 22 آیات 17 تا 21)

یہود کے علماء جو حضرت عیسیٰ ؑ کے دلائل و بیّنات کا مقابلہ نہ کر سکے، اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آئے۔ فتووں، مقدموں اور سازشوں کا راستہ اختیار کر لیا۔

(۲) مذہبی اور علمی لحاظ سے حضرت عیسیٰ ؑ پر ایک اور اعتراض بھی کیا گیا۔ تورات کی آخری کتاب ملاکی میں مسیحؑ کے ظہور سے قبل ایک علامت کے پورا ہونے کا ذکر ان الفاظ میں درج ہے:

''دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاء نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔''

(ملاکی باب 4 آیت 5)

ان کی دلیل یہ تھی کہ چونکہ ایلیاء آسمان سے اُس وقت تک نہیں آیا اس لئے یہ مسیح ہو ہی نہیں سکتا۔ کذّاب اور مفتری ہے۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے سمجھایا کہ یہ تمثیلی کلام ہے۔ ایلیاء کا آسمان سے آنا، حضرت زکریاؑ کے فرزند یحیٰؑ کی بعثت سے پورا ہو گیا ہے۔

(متی باب 11 آیات 11 تا 16)

مگر یہود کے علماء کو ''آسمان سے نزول'' کی یہ معقولی تشریح پسند نہ آئی۔ حیرانی ہے کہ اُس وقت یہ کسی نے سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ تاریخ انسانی میں کوئی نبی یا رسول اس طرح آسمان سے بجسدِ عنصری نازل نہیں ہوا۔

جب دو ہزار سال بعد، حضرت مسیح محمدی علیہ السلام نے ''نزول عیسیٰ بن مریمؑ'' کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے اس حوالے سے اسی قسم کی تشریح پیش کی تو علماء نے حضورؑ سے بھی وہی سلوک کیا اور دو ہزار سالہ پرانی تاریخ دُہرا دی۔ حضورؑ نے ''خُونی مہدی'' کے تصور کی بھی تردید کی اور ''تلوار کے جہاد'' کی بجائے ''قلم کے جہاد'' کا ذکر کیا مگر علماء کے زیرِ اثر آج بھی لوگ ایک جنگجو مہدی کے منتظر ہیں جو کشتوں کے پُشتے لگا دے گا!

12۔ شیعہ حضرات اور عقیدۂ حیاتِ مسیحؑ

جس طرح صلیبی موت کا عقیدہ نصاریٰ کے نظریۂ نجات کیلئے بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی طرح حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر 2000 سال سے بجسمِ عنصری زندہ موجود ہیں۔) شیعہ حضرات کیلئے بے حد اہم ہے اُن سے جب قانونِ قدرت کے حوالے سے امام محمد مہدیؑ جو تقریباً 1200 سال سے حالتِ غیبت (Occultation) میں ہیں اُن کی اتنی لمبی عمر کے بارے میں استفسار کیا جاتا ہے تو وہ بڑے اطمینان سے کہتے ہیں کہ جس خدا نے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کو 2000 سال سے آسمان پر زندہ رکھا ہوا ہے وہ امام غائب کو 1200 سال تک زندہ رکھنے پر کیوں قادر نہیں؟ بلکہ اہلِ تشیع، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ تین اور ایسے حضرات کو جو حضرت مسیحؑ سے پہلے گزرے ہیں، زندہ مانتے ہیں جو اُن کے عقیدہ کے مطابق امام غائب کے ظہور کے وقت، اُن کے ''صحابہ'' میں شامل ہوں گے یعنی حضرت ادریسؑ، حضرت الیاسؑ اور حضرت خضرؑ۔ خضر نام کے کسی نبی کا ذکر قرآن مجید میں موجود نہیں مگر بعض مفسرین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے کشفی واقعات کو حقیقی واقعات قرار دے کر اُن کے رفیق

سفر اور پُر اسرار نکاتِ معرفت کے معلم کو خضر قرار دیا ہے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی وفات پر قرآن کریم کی 30 آیات گواہ ہیں ۔
شیعہ حضرات کی کتابوں میں درج ہے کہ حضرت علیؑ کی وفات اُسی دن یا رات کو ہوئی جب حضرت عیسیٰؑ نے وفات پائی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ نے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (ال عمران: 145) کی تلاوت فرمائی تو حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ کا، تمام سابقہ نبیوں اور رسولوں کی وفات پر اجماع ہوا۔ ان تمام حقائق کے باوجود 5 سال کی عمر میں پر اسرار حالات میں گم ہو جانے والے محمد مہدی کو لمبی زندگی بلکہ حیاتِ دوام بخشنے کیلئے حیاتِ مسیح کے عقیدہ کا سہارا لینا ایک بہت بڑی ضرورت ہے۔
حال ہی میں نادر طالب زادہ نے ایرانی حکومت کے مالی تعاون سے ایک فلم "Jesus, The Spirit of God" (عیسیٰ روح اللہ) بنائی ہے جس کے متعلق دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ قرآن مجید میں مذکور حضرت مسیحؑ کی زندگی کی صحیح عکاسی کرتی ہے۔ اس حوالے سے اخباری بیان میں مندرجہ ذیل نکات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے:

① حضرت عیسیٰؑ کا وجود شیعہ اسلام کیلئے نہایت اہم ہے۔
② قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سے غدّاری کرنے والے حواری، یہودا اسکریوطی کو، صلیب پر چڑھا دیا گیا اور حضرت عیسیٰ آسمان پر چڑھ گئے۔ (قرآن مجید نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ نہ ہی رَفَعَ والی آیت میں ''آسمان'' کا لفظ موجود ہے۔ البتہ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کی تفسیر میں بعض مفسّروں نے یہودا اسکریوطی کو مصلوب قرار دیا ہے۔ انجیل میں سانحہ صلیب کی جو تفصیل دی گئی ہے اس میں صلیب پر لٹکائے جانے والا شخص اپنی والدہ، جنابِ مریمؑ کے بارے میں حواری یوحنا کو دیکھ بھال کرنے کی وصیت کرتا ہے اور ایلی ایلی لِمَا سَبَقْتَنِی بھی کہتا ہے۔ (یہ منظر یہودا پر کس طرح چسپاں ہو سکتا ہے؟۔ ناقل)
③ اہلِ تشیع کا عقیدہ ہے کہ ظہور مہدی کے وقت عیسیٰ بن مریمؑ آسمان سے نازل ہوں گے اور دونوں مل کر زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا طالب زادہ صاحب نے مزید فرمایا ہے کہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باہمی تعلق کے بارے میں ریسرچ کا کام جاری رہے گا۔

(خلیج ٹائمز آن لائن، 13 جنوری 2008)

لیکن ہمیں اس معاملے میں حق الیقین کا مقام حاصل ہے کہ ایسی تفسیروں، تقریروں، فلم سازی، یا ریسرچ سے نہ تو یہودا اسکریوطی کا مصلوب ہونا ثابت ہوگا اور نہ ہی حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کا آسمان پر بجسمِ عنصری زندہ موجود ہونا اور پھر امام غائب کے ظہور کے وقت اُن کا نازل ہونا ؏

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں

13۔ مسیح موعود، ابنِ مریمؑ اور امام مہدی کے استقبال کیلئے تیاریاں

تینوں ابراہیمی مذاہب (Abrahamic Religions)، یہودیت، مسیحیت اور اسلام کے خوش اعتقاد پیرو، اپنے مسیح موعود، ابن مریمؑ اور امام مہدی کیلئے چشم براہ ہیں۔ اس انتظار نے مضطربانہ اشتیاق اور شوقِ دید نے پر تکلف تیاریوں کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اس مرحلے پر تھوڑی سی تفصیل میں جانے کی اجازت دیجئے:

① یہود کا مسیح موعود

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود کے ''مسیح موعود'' تھے جن کا ظہور دو ہزار برس قبل ہوا مگر جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے، بدقسمتی سے ان کی شناخت سے محروم رہے۔ سچے کو جھوٹا قرار دے دیا مگر اُس وقت سے اپنے خیالی مسیحا کیلئے رو رو کر دعائیں مانگ رہے ہیں۔ جس طرح مسلمانوں میں مدعیانِ مہدویت کی قطار لگی ہوئی ہے کم و بیش یہی کیفیت ہمیں یہود کے ہاں بھی نظر آتی ہے۔ کئی لوگوں نے ان کے ہاں ''مسیح'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ ہلچل مچائی مگر بار بار یہ بگولے نظر سے اوجھل ہوتے رہے۔ تھک ہار کر اب انتہا پسندوں کا یہ خیال سامنے آیا ہے

کہ یروشلم میں معبد سلیمانی کی تعمیر نَو سے یہ مشکل حل ہوگئی۔ حضرت داؤدؑ کو یہ معبد تعمیر کرنے کا خیال آیا مگر حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے 960 سال قبل حضرت سلیمانؑ کو اپنے والد بزرگوار کی اس خواہش کی تکمیل کا موقع ملا مگر نبوکد نضر (Nebuchadnezzar) نے 587 سال قبل مسیح میں اس معبد کو تباہ کردیا اور اس کا قیمتی سامان، بابل لے گیا۔ سامان کے ساتھ ہزاروں یہودیوں کو اسیری اور جلاوطنی کی زندگی گزارنے کیلئے ساتھ لے گیا۔ یہود کا یہ قبلہ ویران کردیا گیا۔ تقریباً سو سال کی اسیری کے بعد ذوالقرنین (خورس) نے بابل پر فتح پانے کے بعد، یہود کو واپس جانے کی اجازت دی بلکہ اپنا تباہ شدہ معبد تعمیر کرنے کیلئے مالی امداد بھی دی۔ 5 سال کی محنت شاقہ کے بعد یہ معبد دوبارہ تعمیر کرلیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے تقریباً 10 سال قبل، گلیل کے حکمران Herod نے (جو رومن حکومت کے ماتحت اس رتبے کا حامل تھا) اس کی تعمیر نَو کا آغاز کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہود کے ہاتھوں اپنی تکذیب اور بے ادبی کے دنوں میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ ایک مرتبہ پھر اس معبد کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔ یہود نے ایک مرتبہ پھر بغاوت کی جس کی پاداش میں .70 C.E میں تعمیر مکمل ہونے کے صرف 46 سال بعد رومیوں نے اُسے مکمل طور پر تباہ کردیا۔

(The Story of Jesus, Reader's Digest Inc. pp. 36)

صرف ایک دیوار باقی ہے جو ''دیوارِ گریہ'' (Wailing Wall) کہلاتی ہے۔ یہاں جمع ہو کر یہود مسیح کے آنے کی دُعا کرتے ہیں!!!

قبلہء اوّل کے حوالے سے، اس سارے علاقے کو مسلمان ''حرم شریف'' کہتے ہیں اسی کے اندر مسجد اقصیٰ اور گنبدِ صخر (Dome of Rock) واقع ہیں جنہیں بنی اُمیّہ نے اپنے اقتدار میں تعمیر کروایا۔ اس معبد کے انہدام کے وقت سے یعنی 2 ہزار سال سے یہود میں سردار کاہن (High Priest) کا عہدہ ختم ہے۔ بنیاد پرست یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ منصب یروشلم میں ہیکل سلیمانی کی تعمیرِ نَو کے بغیر بحال نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس مقدس معبد کی تعمیر کے بعد قربانی کیلئے سرخ رنگ کی خاص گائیں (Red Heifer) پالی جاچکی ہیں۔ بلکہ ان اِداروں کے عملہ نے محدب عدسوں (Magnifying Lenses) کی مدد سے ایسی گائیوں کی کھال کا بڑی زیرکی سے جائزہ لے کر تصدیق کرلی ہے کہ ایک بال بھی کسی اور رنگ کا نہیں۔ کٹر قسم کے عیسائیوں کا خیال ہے کہ مسیح ابن مریمؑ کی آمدِ ثانی سے پہلے اس معبد کا یروشلم میں موجود ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ یہ عناصر بھی انتہا پسند یہودیوں کی کمر ٹھونک رہے ہیں۔ بالفاظِ دیگر نئے مسیح کا ظہور اور پرانے مسیحؑ کا نزول، یہود کے اس تاریخی معبد کی تعمیرِ نَو سے وابستہ کیا جارہا ہے۔ یہ تجویز اس لحاظ سے خطرناک ہے کہ یہ وسیع و عریض عمارت یروشلم کے ''حرم شریف'' کے اندر تعمیر کی جائے گی۔ یہ ایک وسیع رقبہ ہے اگر امن اور بقائے باہمی کی خواہش ہو تو اسلام کے مقدس مقامات کو گزند پہنچائے بغیر، یہود کی عبادت گاہ بھی تعمیر کی جاسکتی ہے۔ لیکن جب تک دونوں طرف انتہا پسند موجود ہیں اس کا امکان نہیں۔ لہٰذا مسیح کا ظہور و نزول بھی معرضِ التواء میں رہے گا!

ایک طرف تو تیاری کا یہ عالم ہے لیکن دوسری انتہاء پر ''اصلاحی یہود'' (Reform Judaism) نے ''انتظارِ مسیح موعود'' کا ایک سیاسی حل ڈھونڈ لیا ہے۔ اُن کے بقول 1948 میں قومی وطن، اسرائیل کے قیام سے ظہورِ مسیح کی پیشگوئی پوری ہوچکی ہے۔ اسرائیل کے پہلے وزیرِ اعظم، ڈیوڈ بن گوریان (David Ben Gurion) کو جس کی قیادت میں اسرائیل قائم ہوا، بڑے احترام اور عقیدت سے دیکھتے ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے

(Abingdon Dictionary of Living Religions, Ed. 1981 pp.478)

۲ نصاریٰ کا ابنِ مریم

عیسائیوں کے ہاں فرقوں کی بڑی ورائٹی پائی جاتی ہے۔ مسیح کی بعثتِ ثانیہ کے حوالے سے یہی کیفیت بے چینی کی بھی ہے۔ کئی لوگوں نے ایلیا بلکہ مسیح ہونے کے دعوے بھی کئے (یہود و نصاریٰ کے ایسے مدعیانِ مسیحیت کا تذکرہ ایک الگ مقالے کا محتاج ہے۔) مسیحؑ کے نزول کیلئے مذہبی لیڈروں نے امیدیں دلائیں بلکہ وقت کی تعیین بھی کی اور ان تاریخوں میں ادل بدل بھی کیا۔ جان الیگزینڈر ڈوئی کا نام ہماری جماعت میں بہت مشہور ہے۔ اُس نے 1901 میں ایلیا سوم (Elijah III) کا لقب اختیار کرتے وقت اعلان کیا کہ حضرت

مسیح ابن مریمؑ 25 سال تک نازل ہو جائیں گے۔ اور اُن کے استقبال کیلئے 6600 ایکڑ اراضی پر Zion شہر کی داغ بیل بھی ڈالی مگر سچے مسیح موعودؑ کے مباہلہ کے زیرِ اثر 7 مارچ 1907 کو خود رخصت ہو گیا۔ اور پچیس سال کی بجائے ایک صدی گزر گئی ہے مسیح تشریف نہیں لائے۔ ڈوئی کے Zion میں جماعت احمدیہ کی مسجد موجود ہے جس میں راقم الحروف کو کئی بار نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے!

اکثر مسیحی مسیح علیہ السلام کی بعثتِ ثانیہ کے منتظر ہیں اور ان کا نزول یروشلم میں متوقع ہے اور بعض عقیدت مند تو وہاں بار بار جمع بھی ہوتے رہے ہیں۔ ''یہوؔا وٹنس'' (Jehovah's Witness) نام کا فرقہ' اصلاحی یہود کی طرح مسیح ابن مریمؑ کی بعثتِ ثانیہ کی ایک نئی تشریح پیش کرتا ہے۔ اس فرقے کے لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیحؑ نے انسانوں کی نجات کیلئے جانی قربانی پیش کر دی ہے اب دوبارہ جسدِ عنصری کے ساتھ واپس آنے کی ضرورت نہیں۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ روحانی طور پر حضرت عیسیٰ کا نزول 1914 میں ہو چکا ہے۔ اس کی تائید میں یہ حضرات انجیل کی بعض آیات کی حسابی توضیح پیش کرتے ہیں۔ مسیحؑ کی آمدِ ثانی کے حوالے سے عہد نامہ جدید میں مذکور علامات، یعنی جنگ و جدل، قحط، زلزلے، بیماریاں (متی باب 24 آیات 3 تا 8' لوقا باب 21 آیت 11) پوری ہو چکی ہیں۔ اور 1914 کی تعیین کرتی ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔

What Does the Bible Really Teach?
Watch Tower Bible and Tract Society of Pennsylvania,
Ed. 2005 pp. 215-218

کئی مشتاقانِ دید نے نزولِ مسیحؑ کیلئے کئی بار اعلانات کئے اور اُن کی آمد کا ''سال'' اور ''سنہ'' مقرر کیا۔ مثلاً 1884, 1870, 1867, 1864, 1838, 1836, 1835 وغیرہ۔ بعض خوش اعتقاد مسیحیوں نے تو سال کے ساتھ مہینہ اور دن بھی مقرر کر دیا، مثلاً 22 اکتوبر 1844 اور 8 مارچ 1889 تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے

(The Muslim Sunrise Winter 2007 p.17)

یاد رہے کہ یہ سال اور تاریخیں عیسائی علماء نے مقرر کیں۔ 1835 حضرت اقدسؑ کی ولادت کا سال ہے اور یہ بھی دیکھئے کہ 8 مارچ 1889 کا دن جماعت احمدیہ کے یوم تاسیس کے کتنا قریب ہے۔

۳ مسلمانوں کا امام مہدی

معاشی، سیاسی، معاشرتی، تہذیبی، تعلیمی اور مذہبی مسائل کے بھنور میں گھرے ہوئے مسلمان ''احیائے خلافت'' کو اس صورت حال کا حل سمجھتے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر کیلئے اکثریت ظہور مہدی کی منتظر ہے۔ شیعہ حضرات تو اُن کے ظہور کیلئے شب و روز دعاؤں میں مصروف ہیں ایران کے صدر محمود احمدی نژاد تو امام المنتظر کے ''ریڈ کارپٹ'' استقبال کیلئے بے چین ہیں۔ اُن کے اس اشتیاق کے حوالے سے مجھے بین الاقوامی میڈیا میں دلچسپ خبریں اور مضامین پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے اگر چہ امام غائب اور عیسیٰ بن مریمؑ کو خدائی تائید اور نصرت حاصل ہوگی۔ فرشتوں کے لشکر اُن کی پشت پر ہوں گے۔ اس کے باوجود بعض ممالک میں شیعہ تنظیموں نے اپنے جیش اور لشکر بنا رکھے ہیں۔
ایران میں مقتدا صدر کی ''مہدی آرمی'' اور لبنان میں حسن نصر اللہ کی ''حزب اللہ'' دراصل امام المنتظر کی زمینی افواج ہیں۔
سُنّی حضرات بھی اس انتظار میں کسی سے پیچھے نہیں مگر دعاؤں کی بجائے ان کا اشتیاق تحقیقی مقالوں، اخبارات کے کالموں، مساجد کے خطبوں اور ٹی وی ٹاک شوز کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ پچیس تیس سال پہلے یہ کیفیت نہیں تھی۔ وفاتِ مسیحؑ، حیاتِ مسیح، نزولِ مسیحؑ، ظہورِ مہدی یہ احمدیوں کے موضوعِ گفتگو ہوتے تھے!!

14۔ آمدِ مسیح و مہدی کی راہ میں حائل قدغن

ظہور مہدی اور نزولِ مسیحؑ کے اشتیاق اور انتظار کا عالم اپنی جگہ۔ یہ مقدس وجود عرب، فلسطین، شام یا دنیا کے کسی اور ملک میں تشریف لائیں تو کوئی مسئلہ نہ ہوگا مگر صورتِ حال مملکتِ خداداد پاکستان میں قدرے مختلف ہوگی۔ علماء کے مسلسل اصرار، خون ریز فرقہ وارانہ فسادات اور سیاسی اقتدار کی ہوس کے مطالبات کے سامنے سرنگوں ہو کر ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے 7

ستمبر 1974 کی قومی اسمبلی سے جماعت احمدیہ کو ''غیر مسلم'' قرار دینے کا ریزولیشن پاس کروالیا۔ جس کے تحت پاکستان کے آئین کی دفعہ 260 میں ایک نئی شق کا اضافہ کیا گیا۔ یہ آئین پاکستان کی تیسری ترمیم کہلاتی ہے۔ بھٹو صاحب کی اس ترمیم سے غیر ارادی طور پر آئندہ ایسے مصلح اور مجدّد کی آمد بھی اس قدغن کی زدّ میں آ گئی ہے۔ کیا آپ نے کبھی یہ سنا یا پڑھا کہ کسی اور ملک نے بھی اپنے شہریوں کے مذہب اور عقیدہ کو پارلیمنٹ کے ایوان میں طے کیا اور مسلم اور غیر مسلم کی تعریف وضع کرنے کا تکلّف کیا؟ یاد رہے یہ سب کچھ ان علماء کے دباؤ کے نتیجے میں ہوا جو 1954 میں فسادات پنجاب کے تحقیقاتی کمشن کے سامنے ''مسلمان'' کی تعریف کرنے سے قاصر رہے۔ دس سال بعد جنرل ضیاء الحق نے اسی بنیاد پر ''امتناعِ قادیانیت'' کے بدنامِ زمانہ آرڈی نینس کی عمارت تعمیر کی، مگر اس کے باوجود الٰہی کارواں شاہراہِ ترقی پر گامزن ہے۔ مسیح ابن مریمؑ یا مہدی کو پاکستان میں اپنی دعوت کا آغاز کرنے سے قبل قومی اسمبلی سے شاید ''اجازت'' کی ضرورت نہ پڑے۔ مسیحؑ اور مہدی کے پاس بے پناہ آسمانی اور زمینی فوجی طاقت بھی ہوگی اور قتلِ عام کی ربّانی اجازت بھی، اُن کے سامنے ارکانِ پارلیمنٹ اور اُن کے استحقاق کی کیا حیثیت ہوگی!!

15۔ امام مہدی اور دولت کی تقسیم

امام مہدی کی ایک علامت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت مسلمانوں میں مال تقسیم کریں گے۔ دل کھول کر دولت بانٹیں گے۔ کسی قسم کی گنتی، حساب کتاب یا ناپ تول نہ ہوگا۔ امام مہدی اس قدر مال تقسیم فرمائیں گے کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے بلکہ مال حاصل کرنے کی رغبت ہی زائل ہو جائے گی اور کوئی لینے والا باقی نہ رہے گا۔ علماء نے اس سے دنیاوی مال ہی مراد لیا ہے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ دنیا بھر کے غیر مسلم بادشاہ، حکمران اور صاحبانِ اختیار گرفتار کر کے مسیحؑ و مہدی کے حضور لائے جائیں گے۔ اُن حکمرانوں کے تمام خزائن اور املاک واموال ضبط کر لئے جائیں گے۔ یہ دولت مسلمانوں میں تقسیم ہوگی۔ دنیا بھر میں صدیوں سے جمع ہونے والے خزانوں کے انبار کس طرح ختم ہو سکتے ہیں؟ حیرانی ہے کہ اس حدیث کے شارحین نے مال سے رغبت کے حوالے سے انسانی فطرت کو کیسے نظر انداز کر دیا؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کی حرص صرف قبر کی مٹی ہی سے ختم ہوتی ہے ورنہ اگر اُسے سونے کی ایک وادی دی جائے تو وہ دوسری وادی کی تمنا کرتا ہے! امام مہدی کے عہد میں یہ انسانی فطرت کس طرح آنِ واحد میں بدل جائے گی؟

اگرچہ عالمِ اسلام میں تیل پیدا کرنے والے ممالک کے ملوک وشیوخ اور اُن کے حاشیہ برداروں کے ہاں تو دولت کی ریل پیل ہے مگر اُمّت کے لاکھوں کروڑوں مفلوک الحال عوام خطِ غُربت (Poverty Line) کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اُن سب کے دلدّر کیسے دُور ہوں گے؟ پاکستان میں راتوں رات امیر ہونے کی آرزو کے تحت لوگوں میں تکاثُر کی ایک دوڑ لگی ہوئی ہے۔ جعلی ادویات، مصالحہ جات اور دیگر مصنوعات بنانے والے، دھوکہ دے کر مریضوں کے گردے نکال کر بیچنے والے، انسانی سمگلنگ کرنے والے، اغواء برائے تاوان میں ملوّث لوگ، کراچی، لاہور تو بڑے شہر ہیں گوجرانوالہ میں بیسیوں واقعات ہوئے ہیں اور تاوان لینے کے باوجود اغواء کئے جانے والے بچوں کو قتل کر دیا گیا۔ کئی قسم کے مافیا سرگرم ہیں۔ لینڈ مافیا، ڈرگ مافیا، سیمنٹ مافیا کیا اس قسم کے لوگ مال لینے سے انکار کریں گے؟ ملکی تاریخ گواہ ہے کہ اسمبلیوں کے ارکان کی بھاری قیمت لگائی جاتی ہے۔ یہ حضرات لاکھوں کروڑوں میں بِکتے ہیں۔ ایسے معززین کو ''لوٹے'' کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔ ڈیما کریسی اور تھیا کریسی کے وزن پر، ہماری صحافتی لغت میں ایک اصطلاح ''لوٹا کریسی'' اسی وجہ سے آئی ہے۔ کیا ظہورِ مہدی کے وقت اِن لوگوں کے مال کی محبت کم ہو جائے گی؟ سائنس دان عام طور پر بکاؤ مال نہیں ہوتے۔ ریسرچ ہی اُن کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے مگر یورینیم افزودہ کرنے والے آلات کی بلیک مارکیٹ کی وجہ سے بین الاقوامی بدنامی بھی ایک مسلمان سائنسدان ہی کی ہوئی۔ کیا ایسے لوگ امام مہدی یا مسیح سے مال لینے سے انکار کریں گے؟

ع

ایں خیال است ومحال است وجنوں!

اصل بات یہ ہے کہ یہاں ''مال'' سے وہ مال مراد ہے جس کے لینے کیلئے لوگوں میں میلان نہیں ہوتا۔ یعنی علوم قرآنی، روحانی معارف اور نکاتِ

معرفت، اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید کے ان علوم و معارف کیلئے ''خزائن'' کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔ مسیح موعود اور مہدیٔ مسعود نے یہی خزانے تقسیم کرنے تھے اور کئے۔ اس کے علاوہ حضورؑ نے اپنی تصانیف میں مخالفوں کیلئے انعامی رقوم مقرر فرمائیں اور بڑے بڑے انعامی چیلنج دیئے۔ علماء نے مخالفت کو انتہاء تک پہنچایا مگر یہ انعامی چیلنج قبول نہ کئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حضورؑ کے دیئے ہوئے ان چیلنجوں کی تجدید کی مگر کوئی بہادر میدان میں نہیں اترا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1994 میں جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر نزولِ مسیحؑ کے حوالے سے علمائے ہند کو ایک ایک کروڑ روپے کا انعام دینے کی پیشکش کی جس کیلئے یہ شرط رکھی کہ دعا، یا کسی اور حیلے جتن سے مسیح ابن مریمؑ کی آسمان سے زمین پر تشریف آوری ممکن بنادیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''تم یہ یقین رکھتے ہو اور اپنے زعم میں کامل یقین رکھتے ہو کہ مسیح ابن مریمؑ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور آنحضرت ﷺ اصدق الصادقین بیان فرماتے ہیں کہ اُن کے اترے بغیر امت کے مسائل حل ہی نہیں ہوں گے۔ وہ اتریں گے تو یہ ذلت عزتوں میں تبدیل ہوگی۔ وہ اتریں گے تو مسلمانوں کو ایک عالمی غلبہ نصیب ہوگا۔۔۔ پس جو اصل مسئلہ ہے اس کے حل کی طرف توجہ کرو۔ اس صدی کے گزرنے میں اب چند سال باقی ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم سب مولوی مل کر اگر اس صدی سے پہلے پہلے مسیح کو اتار دو تو تم میں سے ہر ایک کو ایک کروڑ روپیہ دوں گا''

حضورؒ نے مزید فرمایا:

''ایک کروڑ روپیہ ہر مولوی کو دوں گا جو یہ دعویٰ ہی کردے کہ مسیحؑ اُس کی کوشش سے اترا ہے اور اُس کی دعائیں مقبول ہوئی تھیں۔ میں بحث نہیں کروں گا اُن کی بات مان جاؤں گا اور ایک ایک کروڑ روپے کی تھیلی اُن کو پکڑا دی جائے گی۔ ہر مولوی جو دنیا کے پردے میں جہاں کہیں بھی ہو وہ مسیحؑ کو آسمان سے اتار دے، دعائیں کرکے، گریہ وزاری کرے، جو چاہے کرے۔ ایک دفعہ آسمان سے اتار دے پھر وہ آئے اور کروڑ روپیہ لے جائے۔''

(اختتامی خطاب از لندن بر موقع جلسہ سالانہ قادیان مورخہ 18 دسمبر 1994 بحوالہ شیطان کے چیلے۔ مولانا نا ہادی علی چودھری، ناشر اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز لندن، صفحہ 659-660)

دولت کی تقسیم کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ سچے مہدی اور اُس کی جماعت کو گالیاں دینے کی بدولت، بہت سے مولویوں کے گھروں پر چولہا جلتا ہے۔ بیرونی ممالک میں جماعت کے مشن بند کروانے اور مساجد پر قفل لگوانے کے ''وعدوں'' پر بعض تیل پیدا کرنے والے ممالک کی طرف سے علماء کو بھاری رقوم ملتی رہی ہیں۔ اُن کی مخالفت کے باوجود جماعت پھل پھول رہی ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ ایک وقت آئے گا کہ ان کے تیل کے چشمے بھی سوکھ جائیں گے۔ مگر مہدیٔ برحق کا چشمۂ فیض اسی طرح تروتازہ رہے گا کیونکہ مہدی علیہ السلام کے بقول حضورؑ کا چشمہ، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بحرِ بیکراں کا ایک قطرہ ہے ؎

این چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

16۔ مایوسی کی پرچھائیوں کے برعکس یقین کی ضیاپاشیاں

یہود نصاریٰ اور مختلف فرقوں سے وابستہ مسلمانوں کی مایوسی اور پریشانی کو صاف پڑھا جاسکتا ہے۔ استقبال کے حوالے سے اُمید کی چمک دمک اور بعض شیعہ ممالک میں مہدی آرمی اور حزب اللہ قسم کے فوجی دستوں کی دھمک سے دراصل حالت بیم ورجا کی عکاسی ہوتی ہے۔ ایک طرف مہدی اور مسیح ابن مریمؑ کی مافوق الفطرت طاقتوں کی تفاصیل پڑھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ دوسری طرف یہ تیاریاں اور توقعات اُس سے بھی بڑھ کر عجیب ہیں۔

ایک ''ماڈرن'' مفسر قرآن کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی آنکھوں میں لیزر کی طاقت ہوگی جس سے وہ دجال، کفار، نصاریٰ اور یہود کو آنِ واحد میں تہس نہس کرکے رکھ دیں گے۔ مسلمان اور مسیحی دونوں حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے منتظر ہیں۔ مسلمان سمجھتے ہیں کہ حضرت مہدی عالمی حکومتِ اسلامیہ کے بادشاہ ہوں گے اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اُن کے وزیر، وہ تمام نصاریٰ، یہود اور

کفار کو مسلمان بنالیں گے یا قتل کر کے قصہ پاک کر دیں گے۔ عیسائیوں کا خیال ہے کہ نزول کے بعد حضرت مسیح اس آسمانی بادشاہت کے تاجدار ہوں گے اور عیسائیت کا بول بالا کریں گے۔ زندوں اور مُردوں سب سے حساب لیں گے۔ اور مسیحیوں کے تمام مخالفین کو نیست و نابود کر دیں گے۔ اگر کسی وقت عیسائیوں کی کسی جمعیت کو خطرہ پیش آیا تو وہ انہیں بادلوں میں پناہ دیں گے۔ حدیث میں ''کسرِ صلیب'' اور ''قتلِ خنزیر'' حضرت مسیح کے دو خاص کام بتائے گئے ہیں۔ مشہور مفسّرِ قرآن اور دانشور ڈاکٹر اسرار احمد نے ''کسرِ صلیب'' اور ''قتلِ خنزیر'' کی بڑی دلچسپ تشریح پیش فرمائی ہے جو ضیافتِ طبع کیلئے ہدیہء قارئین ہے وہ امام مہدی کیلئے ''عظیم قائد'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں:

''میں نے دانستہ ''ظہورِ مہدی'' کے الفاظ کی بجائے ''عظیم قائد'' کا لفظ استعمال کیا ہے تا کہ اہلِ تشیع کے امام غائب کے ظہور کی طرف اشارہ نہ سمجھا جائے۔ ہمارے نزدیک عالم عرب سے ایک قائد اُبھرے گا۔ اس کی قیادت میں مسلمان صالحین وہ جنگ کریں گے کہ آسمان سے بھی مدد آئے گی۔ حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا اور یہ اصل عیسیٰ ہوں گے جو اس جعلی مسیح کو مقام لُدّ پر قتل کریں گے۔ یہی وہ مقام ہے جو اس وقت ''لڈا'' کے نام سے اسرائیل کا سب سے بڑا Air Base ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ صلیب توڑ دیں گے، گویا صلیب کا عقیدہ ختم کر دیں گے۔ وہ کہیں گے کہ مجھے تو کسی نے صلیب پر نہیں چڑھایا تھا، مجھے تو اللہ تعالیٰ لے گیا تھا، اللہ ہی نے دوبارہ اتار دیا۔ تمہارا یہ عقیدۂ صلیب باطل ہے۔ اس کے علاوہ آپ خنزیر کو قتل کر دیں گے گویا خنزیر کو حرام قرار دے دیں گے پوری دنیا پر اسلام کا غلبہ ہوگا۔''

(خلافت کی حقیقت اور عصرِ حاضر میں اس کا نظام، ناشر مکتبہ خدام القرآن، لاہور، ایڈیشن 2006 صفحہ 55)

جناب اسرار احمد صاحب، ڈاکٹر اقبالؔ کے بہت بڑے مدّاح اور اُن کے علم و فکر کے خوشہ چین ہیں۔ مگر ایک بات میں غالباً اُن سے متفق نہیں۔ علامہ اقبالؔ اپنی زندگی کے آخری دور میں ظہورِ مہدی اور نزولِ مسیحؑ کے عقیدہ سے مایوس اور بیزار نظر آنے لگے۔ اقبالؔ فرماتے ہیں ؎

مینارِ دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ
اور انتظارِ مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے

علامہ اقبالؔ نے مسیح و مہدی کے نزول و ظہور کے عقاید و نظریات کو ''ایرانی اور عجمی تخیلات'' کا نتیجہ قرار دے دیا۔

(اقبالنامہ حصہ دوم صفحہ 230-231 بحوالہ زھق الباطل صفحہ 416 ناشر اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز، ٹلفورڈ برطانیہ)

چنانچہ بعثتِ مہدی اور نزولِ مسیحؑ کے حوالے سے مخالف و متضاد احادیث سے بدظن ہو کر اس قسم کے تعلیم یافتہ لوگ، مسیح و مہدی کی بجائے اپنے دل پر ''نزولِ خدا'' کا انتظار کرنے لگے اور ابھی تک یہ انتظار جاری ہے ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

پہلے برصغیر پاک و ہند سے ایسی آوازیں بلند ہوئیں۔ اب عرب ممالک میں بھی یہ بازگشت سُنی جا سکتی ہے۔ مملکتِ قطر کے مشہور عالم اور شرعی قانون کے ماہر، عبداللہ بن زید المحمود نے اپنی کتاب ''لامھدی ینتظر بعد رسول خیر البشر'' میں اس اِدّعا پر بہت زور لگایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مہدی نہیں آئے گا۔ اس کتاب کے ردّ میں اسلامی یونیورسٹی مدینہ کے پروفیسر عبدالمحسن بن حمد العباد نے ایک پُرمغز مقالہ لکھا جو کتاب الامام المھدی عند اہل السنہ جلد دوم (صفحات 441-495) میں دیکھا جا سکتا ہے۔ عبدالمحسن صاحب نے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ اگر ظہورِ مہدی کا انکار کریں تو نزولِ عیسیٰ بن مریمؑ کا بھی انکار کرنا پڑے گا!!

اب تصویر کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ فرمایئے حضرت اقدسؑ کی جماعت کی کیفیت اس کے برعکس ہے۔ تمام دنیا میں صرف یہی ایک جماعت ہے جس کے افراد یقینِ کامل کے ساتھ اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ مسیحؑ اور مہدیؑ کے بارے میں سچی پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور انہیں اطمینان ہے کہ وہ اس امام موعود و منتظر کی شناخت سے مشرف ہو چکے ہیں۔

حضورؑ نے اپنی تصانیف اور تقاریر میں واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا ہے کہ

جس نے وعدے کے موافق آنا تھا وہ آچکا۔ اب کوئی مہدی، امام غائب یا مسیح ابن مریم نہیں آئے گا۔ ایک ایسا ہی اعلان آپ بھی سُن لیں!

''مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰؑ کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اُن کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے کوئی آدمی عیسیٰ بن مریمؑ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریمؑ کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسےٰؑ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 67)

جماعتِ احمدیہ کے افراد کو امام وقت کی شناخت اور یہ ایمان یقین کی دولت مبارک ہو۔ آج روئے زمین پر آباد 6 بلین لوگوں میں سے صرف یہی جماعت ہے جو توہمات، خودساختہ تصورات اور غلط روایات کی پرچھائیوں کی بجائے، حق وصداقت کی ضیاء پاشیوں میں جادۂ مستقیم پر رواں دواں ہیں۔ اللہ تعالیٰ افرادِ جماعت کے اخلاص و ایمان کو قبول فرمائے اور ایسے اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے جو بارگاہِ ربُّ العزت میں شرفِ قبول پاتے رہیں، آمین۔

حرفِ آخر

ظہورِ مہدی کی صدی کے حوالے سے آخر میں ایک مرتبہ پھر درجِ ذیل نکات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں:

1۔ احادیث میں مذکور اہم علامات جن کے بارے میں قرآن مجید میں بھی اشارات موجود ہیں، پوری ہوگئی ہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا جا چکا ہے مثلاً رمضان المبارک میں چاند اور سورج گرہن، طاعون کا پھیلنا، اونٹنیوں کا بیکار ہو جانا وغیرہ۔ ان علامات نے پورا ہو کر مہدی کی صدی کی تعیین کر دی ہے۔

2۔ ضرورتِ زمانہ سے بھی یہ صدی معین ہوتی ہے مثلاً اندرونی اختلافات، اخلاقی کمزوریاں، غلبہء صلیب اور دجّالی فتنے کے دوسرے اثرات وغیرہ، اس زہر کا تریاق اللہ تعالیٰ نے عین ضرورت کے وقت عطا فرمایا۔

3۔ اُمّت میں بہت سے لوگوں نے غلط فہمی یا سیاسی مقاصد کے لئے یا اقتدار کے حصول کی خاطر، مہدی ہونے کا دعویٰ کیا یا سیاسی شاطروں اور موقع پرستوں نے ان سے ایسا دعویٰ کروایا یا اُن کی طرف منسوب کیا۔ اکثر قتل ہوئے۔ بعض نے توبہ کر لی۔ دو تین ایسے بھی ہیں جنہیں سیاسی اقتدار بھی ملا۔ یا کچھ عرصہ سیاسی اقتدار برقرار رہا۔ اور ان کے منظر سے غائب ہوتے ہی صورتِ حال بدل گئی مگر مستقل مذہبی وابستگی یا عقیدت استوار نہ ہو سکی۔ حضرت اقدسؑ اور حضورؒ کی جماعت کی مثال بالکل مختلف ہے۔ شدید مخالفت کے باوجود جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پھل پھول رہی ہے۔ کذّاب مدعیٔ وحی و الہام کو خدا تعالیٰ نے قرآن میں تباہ کرنے کی وعید دی ہے۔ شاملِ حال تائید اور برکت حضورؑ کی صداقت کا ایک ثبوت ہے۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی ایک اور فعلی شہادت تاریخی حقیقت کی شکل میں موجود ہے علمائے اُمّت نے حدیث مجدّدین کے حوالے سے مجدّدین کی فہرستیں مرتب کی ہیں۔ اسلامی تقویم کے پہلے ہزار سال میں تمام مجدّدین عالم عرب میں پیدا ہوئے یعنی ان ممالک میں جو آج عالم عرب شمار کیے جاتے ہیں۔ مگر آخری چار صدیوں میں اللہ تعالیٰ نے مجدّدین کو ہندوستان یعنی برصغیر پاک و ہند میں پیدا کیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جو تحریکِ احمدیت کے سخت ترین مخالف شمار کئے جاتے ہیں مگر یہ حق اُن کے قلم سے بھی صادر ہوا ہے۔

''ایک ہزار سال تک سارے مجددین عالم عرب میں پیدا ہوئے جبکہ چار سو

سال سے سارے مجددین برِاعظم پاک و ہند میں پیدا ہوئے۔''

(خلافت کی حقیقت اور عصرِ حاضر میں اس کا نظام۔صفحہ 56)

☆ حضرت شیخ احمد سرہندی (971 تا 1034 ہجری)،

☆ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (1114 تا 1176 ہجری)

☆ حضرت سید احمد بریلوی (1201 تا 1246 ہجری)

اپنی صدیوں کے مجدّد تھے۔

اللہ تعالیٰ کی اس عظیم فعلی شہادت میں یہی حکمت تھی کہ مجدّد اعظم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا راستہ ہموار کیا جائے۔پے در پے مجدّد بھیج کر واضح کر دیا کہ امام مہدی بھی یہاں ہی ظہور فرمائیں گے۔

عقیدہ کا تعلق ماننے سے ہوتا ہے۔مگر عقاید و نظریات کا عقلی لحاظ سے جائزہ لینا معصیت نہیں اور نہ ہی کوئی شرعی ممانعت ہے۔قرآن مجید نے خود حکم دیا ہے کہ اندھوں اور بہروں کی طرح آیات پر نہ گرو۔غور و فکر سے کام لو۔اگر ظہورِ مہدیؑ اور نزولِ مسیحؑ کے عقاید و نظریات اور روایات کو عقل و دانش کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم ہی سرخ رُو ہوں گے۔

✿.....کیا آج تک کوئی نبی، رسول، مصلح و مجدّد خلقِ خدا کی ہدایت کیلئے جسدِ عنصری کے ساتھ آسمان سے نازل ہوا؟

✿.....کیا عقل تسلیم کرتی ہے کہ کوئی کم سِن بچہ پُر اسرار حالات میں گمشدگی کے بعد 1200 سال تک زندہ رہا ہو؟ خاص طور پر جب اُس کے خاندان کے بدخواہ دشمن اور سرکار کے مسلّح جاسوس اُس بچے کو ختم کرنے کیلئے تلاش کرتے پھرتے ہوں؟

✿.....ہم سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی یافتہ صدی میں رہ رہے ہیں۔کیا آسمان' چھت کی طرح کوئی ٹھوس چیز ہے؟ لاکھوں کروڑوں نوری سال (Light Years) تک پھیلی ہوئی وسعتوں میں اب تک تو کسی ایسی چھت کا سراغ نہیں ملا۔اور زمین کے بحر و برّ اور خشک و تر کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔امام المنتظر کس ''گرین لینڈ'' میں چھپے ہوئے ہیں؟

✿.....سُنّی حضرات کا امام مہدیؑ کا تصور عقل کے مطابق ہے کہ وہ کسی عرب خاندان میں پیدا ہوں گے اور بڑے ہو کر، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اصلاح و تجدید کا کام کریں گے۔مگر جس طرح ظہورِ مہدی کو نزولِ مسیح ابنِ مریمؑ سے وابستہ کیا گیا ہے یہ بہت ہی نازک معاملہ ہے۔دونوں لازم و ملزوم بن چکے ہیں اگر مسیحؑ آسمانوں سے نازل نہ ہوئے تو کیا اس سے مہدی کی بعثت بھی کالعدم ہو جائے گی؟ جو آسمان پر گیا ہی نہیں وہ وہاں سے کیسے واپس آئے گا؟

طالبانِ حق ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ مسئلہ ظہورِ مہدی میں قرآن و حدیث کی معیّت کسے حاصل ہے؟ تورات و انجیل اور کتبِ سابقہ کی تشریحات کس کی پُشت پر ہیں؟ تاریخ کس کے ساتھ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی فعلی اور تائیدی شہادتیں کسے سرخ رُو کر رہی ہیں؟ کس کی جماعت کے صلحاء کے ساتھ آج بھی خدا ہمکلام ہوتا ہے اور اُن کی تضرّعات اور دعاؤں کو سنتا ہے؟ اس مایوسی اور افسردگی کے عالم میں کس جماعت کو اپنے روشن مستقبل پر آفتاب کی روشنی کی طرح یقین ہے؟

میں اس مضمون کو حصولِ برکت کیلئے حضرت اقدسؑ کے درج ذیل اقتباس پر ختم کرتا ہوں:

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو۔اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا۔''

(تجلّیاتِ الٰہیہ۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409-410)

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

نافلہء موعود کی پاکیزہ زندگی کے مختصر حالات

ولادتِ باسعادت

حضرت مرزا ناصر احمد (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کی پیدائش الٰہی نوشتوں کے مطابق 15اور16نومبر 1909 کی درمیانی شب کو قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب) ہندوستان میں ہوئی اور اس موقع پر قادیان سے شائع ہونے والے اخبار ''الحکم'' نے 18 نومبر 1909 میں یہ خبر دی:

ساقیا آمدن عید مبارک بادت

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے صاحبزادہ والا تبار مرزا محمود احمد کے مشکوئے معلیٰ میں 15نومبر کی رات کو جس کی صبح 16نومبر ہے، بیٹا عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو اپنے مقدس جدامجد کے کمالات و اخلاق کا پورے طور پر وارث بنائے اور بفضلہٖ ذیل الہامات کا مصداق ہو۔

☆ 16 ستمبر 1907 بوقت شام اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں۔

☆31اکتوبر 1907 اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ۔ یَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَکِ

☆ 9 اکتوبر 1907 سَاَھَبُ لَکَ غُلَامًا ذَکِیًّا۔ رَبِّ ھَبْ لِیْ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ اِسْمُہٗ یَحْییٰ۔

مظہر الحق والعلا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت سیدہ ام ناصر محمودہ بیگم نور اللہ مرقدھا کے آپ فرزندِ اکبر تھے آپ کا وجود اپنے آباؤ اجداد اور والدین کی دعاؤں کا ثمرہ تھا۔

چونکہ آپ کی دادی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ نے آپ کو بچپن ہی سے اپنی آغوش محبت میں لے کر اپنا بیٹا بنالیا تھا اس لئے آپ ہمیشہ انہیں ہی اپنی ماں سمجھتے تھے۔

آپ کی حقیقی والدہ جو خواتین مبارکہ میں ام ناصرؓ کے نام سے معروف ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدینؓ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ ام ناصرؓ کا اصل نام رشیدہ بیگم تھا حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ شادی کے بعد حضرت اماں جانؓ نے ان کا نام تبدیل کر کے محمودہ بیگم رکھ دیا لیکن حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی ولادت کے بعد وہ ام ناصر کے نام سے معروف ہوئیں۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین لاہور کے رہنے والے تھے اور رڑکی میں ملازم تھے۔ اس لئے حضرت مصلح موعودؓ کا نکاح رڑکی میں ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ 2اکتوبر 1902 کو حضرت مولوی نورالدینؓ اور بعض اور صحابہ کے ہمراہ قادیان سے رڑکی پہنچے۔ حضرت مولوی نورالدینؓ نے صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نکاح حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین کی صاحبزادی رشیدہ بیگم کے ساتھ ایک ہزار روپے مہر پر پڑھا۔ حضرت ڈاکٹر رشید الدین کے بھائی مخالف تھے اس لئے وہ اس نکاح میں شامل نہ ہوئے۔ 5اکتوبر 1902 کو یہ قافلہ واپس قادیان پہنچا۔ تقریب رخصتانہ اکتوبر 1903 کے دوسرے ہفتہ میں آگرہ میں عمل میں آئی جہاں تبدیل ہو کر حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین میڈیکل کالج میں پروفیسر تھے۔

حضرت سیدہ ام ناصرؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے بڑی بہو ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زیادہ تر اولاد ان ہی میں سے ہوئی۔ حضرت سیدہ ام ناصرؓ بہت خوبیوں کی حامل تھیں۔ نہایت درجہ خدا رسیدہ، غریب پرور اور ہمدرد خلائق خاتون مبارکہ تھیں۔ نیکیوں اور قربانیوں میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ''الفضل'' اخبار جاری کرنے کیلئے انہوں نے اپنے مقدس خاوند کو دو قیمتی زیور پیش کر دیئے اور اسی سرمایہ سے یہ اخبار جاری

ہوا۔

حضرت ام ناصرؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کی رفاقت کا زمانہ پچپن چھپن سالوں تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کا انتقال جولائی 1958 کو مری میں ہوا اور ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔ ان کا مزار حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگمؓ کے پہلو میں احاطہ خاص بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہے۔

حضرت مرزا ناصر احمدؒ کے والد حضرت مصلح موعود مرزا محمود احمد 12 جنوری 1889 کو الٰہی پیشگوئیوں کے مطابق پیدا ہوئے۔ 25 سال کی عمر میں سیدنا حضرت حکیم مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے اگلے روز 14 مارچ 1914 کو خلافت ثانیہ کے مسند پر متمکن ہوئے اور ایک انقلابی اور نہایت ہی کامیاب نصف صدی پر پھیلا ہوا دورِ خلافت مکمل کر کے 8 نومبر 1965 کو فوت ہوئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی پیدائش کے وقت حضرت اماں جانؓ کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ گوجرانوالہ کی جماعتوں کے دورہ پر تھے اور کسی چندہ کی وصولی کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ارشاد پر گئے ہوئے تھے انہیں وہاں پر حضرت مرزا محمود احمد صاحب کے گھر ایک بیٹا (حضرت مرزا ناصر احمد) کے پیدا ہونے کی خبر ملی جس کا ذکر انہوں نے اپنے سفرنامہ کے منظوم کلام میں ان الفاظ میں کیا۔

گوجرانوالہ میں وہاں سے چلا
پہنچا اک دم میں وہاں بفضلِ خدا
مژدہ یہ مجھ کو اس جگہ پر ملا
گھر محمود کے ہوا بیٹا
مژدہ یہ سن کے جان میں جان آئی
مہربانی خدا نے فرمائی
وہ نکل آئے پر جو تھے مستور
اب میں پرنانا ہوگیا مشہور
میرے پودوں میں پھل لگائے خدا
مجھ کو دادا بھی اب بنائے خدا
شکر مالک کا میں بجالایا
وہاں سے لاہور میں چلا آیا
میں نے لاہور سے لیا کچھ مال
جس نے بخشا وہ مال ہو وہ نہال
وہاں سے میں قادیان میں آپہنچا
اور کیا میں نے دل سے شکر خدا
میری محنت خدا نے کی منظور
مجھ سے خوش ہو گیا وہ میرا نورؒ
نور کیسا کہ نوردینؓ ہے وہ
بادیانت ہے اور امین ہے وہ
شان اس کی خدا کرے دو چند
ہوں دعا کا میں اس سے خواہش مند

آپ کی پیدائش عموی بشارتوں کے مطابق ہوئی آپ نے اپنی مقدس دادی سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ کی آغوشِ محبت میں بچپن گزارا اور تربیت پائی۔ آپ نے اپنے مقدس والد حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کامل اطاعت اور تربیت میں جوانی بسر کی۔ آپ حضرت عثمانؓ کی طرح مجسم شرم وحیا تھے۔ آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تیسرے خلیفہ راشد منتخب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو سترہ سال تک منصبِ خلافت احمدیہ کی گراں بار اور جلیل القدر ذمہ داریاں نباہنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ آپ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے کئی توسیعی منصوبے جاری فرمائے۔ آپ کے سارے کارناموں کا محور اور مرکز خدمت قرآن اور اشاعتِ قرآن تھا۔

آپ محبت کا سفیر بن کر ملک ملک اور قوم قوم کو محبت اور پیار کا سبق دیتے رہے۔ آپ کو اپنی جماعت سے بہت ہی پیار تھا جس کا اظہار بعض اوقات ان الفاظ میں بھی کیا کرتے تھے کہ جماعت اور خلیفہ وقت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔

آپ کے پیار کا دامن اپنوں سے لے کر غیروں اور دشمنوں تک پھیلا ہوا تھا۔ آپ معاندین کے دکھوں کے جواب میں مسکرادیا کرتے تھے اور اپنی جماعت

کونصیحت کے رنگ میں فرماتے تھے

''دنیا تیوریاں چڑھا کر اور سرخ آنکھیں کر کے تمہاری طرف دیکھ رہی ہے تم مسکراتے چہروں سے دنیا کو دیکھو''

ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک احمدی کسی سے دشمنی نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے کیونکہ اس کے خدا نے اسے پیار کرنے کیلئے اور خدمت کرنے کیلئے پیدا کیا ہے۔

آپ نے ان قوموں کو بھی پیار دیا اور ان کی بھلائی اور آسودگی کے سامان پیدا کئے جو ہمیشہ پیار سے محروم چلی آرہی تھیں اور نظر انداز کی گئی تھیں۔ آپ مجسم دعا تھے۔ آپ کی زندگی میں لگا تار کئی راتیں ایسی بھی آئیں جب آپ ایک لمحہ کیلئے بھی نہ سو سکے اور ساری ساری رات دعائیں کرتے رہے۔ آپ نے کسی کے خلاف بددعا کرنے سے منع کیا ہوا تھا۔ آپ فرماتے تھے

''ہم کسی کیلئے بددعا نہیں کرتے یہ خدا کا کام ہے کسی کو سزا دے یا کسی کو چھوڑ دے۔ وہ مالک ہے۔''

آپ نے اپنوں بیگانوں کے دکھوں کو اپنا دکھ بنایا۔ دکھوں پر دکھ اٹھائے لیکن زبان پر کبھی شکوہ نہ آیا۔ آپ کا دل خدا کی حمد سے بھرا رہتا تھا اور چہرے سے خدا کا نور ٹپکتا تھا۔ آپ بہت نورانی چہرے والے اور ہمیشہ مسکرانے والے تھے۔ آپ کی محبت بھری یاد دلوں سے کبھی جدا نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا آپ آیت اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان۔ آپ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبل از وقت بشارات دی گئیں جو آپ کی ذات میں پوری ہوئیں اور بعد میں بھی پوری ہوتی رہیں گی، انشاء اللہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بارہ میں بشارات

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں پیشگوئی مصلح موعود کو خاص اہمیت حاصل ہے اس کے مصداق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہیں اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نافلہ موعود کی پیشگوئی کے مصداق تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو موعود بیٹے اور پوتے کی یہ خبر ان حالات میں دی گئی جب کہ حضور علیہ السلام کے خلاف تکفیر کا بازار گرم تھا اور معاندین ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے حضورؑ نے فرمایا۔

''خدا جیسے پہلے تھا وہ اب بھی ہے اور اس کی قدرتیں جیسے پہلے تھیں وہ اب بھی ہیں اور اس کو نشان دکھانے پر جیسا کہ پہلے اقتدار تھا وہ اب بھی ہے پھر تم کیوں صرف قصوں پر راضی ہوتے ہو۔''

چنانچہ نافلہ موعود کے بارہ میں جو بشارات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئیں وہ یہ ہیں۔

''تَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ مَظْھَرِ الْحَقِّ وَالْعُلٰی کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَۃً لَّکَ۔

اور تو اپنی ایک دور کی نسل دیکھ لے گا ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا گویا آسمان سے خدا اترے گا۔ ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا۔

ایک اور جگہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

''چند روز ہوئے یہ الہام ہوا تھا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَۃً لَّکَ ممکن ہے کہ اس کی یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیونکہ نافلہ پوتے کو بھی کہتے ہیں یا بشارت کسی اور وقت تک موقوف ہو۔''

پیشگوئی مصلح موعود کے الہامی الفاظ میں ہے:

''وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا''

حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے آگے بریکٹ میں تحریر فرمایا:

''اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے''

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''بیالیسواں نشان یہ ہے کہ خدا نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ اسی کتاب مواہب الرحمان کے صفحہ 139 میں یہ پیشگوئی لکھی تھی۔ وَبَشَّرَنِیْ بِخَامِسٍ فِیْ حِیْنٍ مِنَ الْاَحْیَانِ یعنی پانچواں لڑکا ہے جو چار کے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا اس کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا اور اس کے بارے میں ایک اور الہام بھی شائع ہوا کہ جو اخبار البدر اور الحکم میں مدت ہوئی شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے۔ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَکَ نَافِلَةً مِنْ عِنْدِیْ یعنی ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں کہ جو نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے۔''

حضرت مسیح موعود کی مبشر اولاد میں سب سے چھوٹے صاحبزادے مرزا مبارک احمد صاحب بچپن میں ہی آٹھ سال کی عمر میں 16 ستمبر 1907 کو جب فوت ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اسی روز حضور کو الہاماً خبر دی اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ۔''

پھر اکتوبر 1907 کو الہاماً خبر دی:

''اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ یَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَکِ۔ ساقیا آمدن عید مبارک بادت۔''

ترجمہ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں وہ مبارک احمد کی شبیہہ ہوگا۔ اے ساقی! عید کا آنا تجھے مبارک ہو

7,6 نومبر 1907 کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا:

سَاَھَبُ لَکَ غُلَامًا زَکِیًّا۔ رَبِّ ھَبْ لِیْ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً۔ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ اِسْمُهٗ یَحْیٰی۔

ترجمہ: میں ایک پاک اور پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش دے۔ میں تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام یحیٰی ہے (معلوم ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ زندہ رہنے والا)

خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین شمسؓ فرماتے ہیں:

''الہام الٰہی میں مبشر بہ پوتے کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پانچواں بیٹا قرار دیا گیا اور پوتے کیلئے بیٹے کا لفظ عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ حنین کے دن فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ
اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

یعنی میں نبی ہوں اور یہ جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں پس پوتے کیلئے بیٹے کا لفظ بکثرت ہر زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت ام المومنینؓ نے اپنے تمام پوتوں میں سے صرف حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کو ہی اپنے بیٹوں کی طرح پالا اور ان کی تربیت فرمائی۔''

آپ کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ کو بھی بشارات دی گئیں۔ چنانچہ آپ کی پیدائش سے دو ماہ قبل 26 ستمبر 1909 کو حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

''مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا۔''

یہاں پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ایک واقعہ بھی قابل ذکر ہے:

صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی عمر ابھی ایک سال سے کچھ زیادہ ہوگی کہ آپ سخت بیمار ہو گئے۔ حضرت خلیفہ اول کا زمانہ تھا اور حضرت خلیفہ اولؓ اس وقت بیمار تھے۔ آپ کے بزرگ والد سیدنا محمود المصلح الموعودؓ اپنے امام اور آقا خلیفۃ المسیح الاولؓ کی تیمارداری کیلئے حضورؓ کے پاس تشریف فرما تھے۔ اس دوران کئی بار گھر سے پیغام آیا کہ میاں ناصر احمد تشویشناک طور پر بیمار ہیں اور حضرت مصلح موعود کو گھر بلوایا جا رہا تھا مگر حضرت سیدنا محمودؓ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیماری کے باعث احتراماً یہ سن کر خاموش ہو گئے اور حضورؓ کو چھوڑ کر گھر جانا مناسب نہ سمجھا۔ اس پر حضرت خلیفہ اولؓ نے سیدنا میاں محمود احمد المصلح الموعودؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"میاں! تم گئے نہیں۔ تم جانتے ہو یہ کس کی بیماری کی اطلاع دے کر گیا ہے وہ تمہارا بیٹا ہی نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پوتا بھی ہے۔"

حضرت مصلح موعودؓ آپ کے بارہ میں 1955 کے ایک رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں واپسی کے وقت غالباً زیورک میں تھا کہ میں نے خواب دیکھی کہ میں ایک رستہ پر گزر رہا ہوں کہ مجھے اپنے سامنے ایک ریوالونگ لائٹ (Revolving Light) یعنی چکر کھانے والی روشنی نظر آئی جیسے ہوائی جہازوں کو راستہ دکھانے کیلئے منارہ پر تیز لیمپ لگائے ہوئے ہوتے ہیں جو گھومتے رہتے ہیں۔ میں نے خواب میں خیال کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ پھر میرے سامنے ایک دروازہ ظاہر ہوا جس میں پھاٹک نہیں لگا ہوا۔ بغیر پھاٹک کے کھلا ہے۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ جو شخص اس دروازہ میں کھڑا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا نور گھومتا ہوا اس کے اوپر پڑے تو خدا تعالیٰ کا نور اس کے جسم کے ذرّہ ذرّہ میں سرایت کر جاتا ہے۔ تب میں نے دیکھا کہ میرا لڑکا ناصر احمد اس دروازہ کی دہلیز پر کھڑا ہو گیا اور وہ چکر کھانے والا نور گھومتا ہوا اس دروازہ کی طرف مڑا اور اس میں سے تیز روشنی گزر کر ناصر احمد کے جسم میں گھس گئی۔"

حضرت مصلح موعودؓ کا ایک رؤیا 4 اور 5 جون 1954 کی درمیانی شب کا ہے حضورؓ فرماتے ہیں:

"میں نے دیکھا کہ میرے سامنے کوئی شخص بیٹھا ہے اور میں نے کوئی فقرہ کہا ہے جس میں جماعت احمدیہ پر کچھ تنقید ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ اس دوسرے شخص نے اس تنقید کرنے کو ناپسند کیا ہے اور یہ سمجھا کہ اس تنقید کو سن کر دشمن اور دوست دلیر ہو جائیں گے اور جماعت کا درجہ گرائیں گے۔ اس کے بعد میرے دو لڑکوں نے بھی اسی قسم کا کوئی فقرہ کہا ہے اور ان دو لڑکوں میں سے ایک مرزا ناصر احمد معلوم ہوتے ہیں۔ میرے لڑکوں کا فقرہ سن کے اس شخص کے چہرہ پر ایسے آثار ظاہر ہوئے کہ گویا وہ کہتا ہے دیکھئے جو میں سمجھتا تھا ویسا ہی ہوا۔ اس پر میں نے کہا کہ تم ان لڑکوں کی بات نہیں سمجھے۔ انہوں نے تو وہ کہا ہے جو میں کہلوانا چاہتا تھا۔ ان کے فقرے سے یہ مراد ہے کہ جماعت احمدیہ کے تقویٰ اور اخلاق کا مقام اونچا کرنا چاہئے اور ہم اب اس کیلئے کوشش کریں گے پھر میں نے کہا کہ اگر اسی طرح جماعت کے دوسرے مخلصین میں بھی احساس پیدا ہو جائے جو میری غرض تھی تو تھوڑے ہی عرصہ میں جماعت نہایت بلند روحانی معیار پر پہنچ جائے گی اور اس طرف توجہ دلانا میرا مقصود تھا پھر آنکھ کھل گئی۔"

حضرت مصلح موعودؓ کو ایک سے زیادہ بیٹوں کے بارہ میں بشارت دی گئی چنانچہ مارچ 1919 کے جلسہ قادیان کے موقع پر آپ نے ایک رؤیا کا ذکر یوں فرمایا۔

"میں نے دیکھا کہ میں بیت الدعا میں بیٹھا تشہد کی حالت میں دعا کر رہا ہوں کہ الٰہی میرا انجام ایسا ہو جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کا ہوا۔ پھر جوش میں آ کر کھڑا ہو گیا ہوں اور یہی دعا کر رہا ہوں کہ دروازہ کھلا ہے اور میر محمد اسماعیل صاحب اس میں کھڑے روشنی کر رہے ہیں۔ اسماعیل کے معنے ہیں خدا نے سن لی اور ابراہیمی انجام سے مراد حضرت ابراہیم کا انجام ہے کہ ان کے فوت ہونے پر خدا تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ اور حضرت اسماعیلؑ دو قائمقام کھڑے کر دیئے۔ یہ ایک طرح کی بشارت ہے جس سے آپ لوگوں کو خوش ہونا چاہیئے۔"

اس سلسلہ میں جماعت کے بعض بزرگوں اور افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض روایات اور بشارات کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔
حضرت مسیح موعودؑ کی صاحبزادی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے مولانا جلال الدین شمس کے استفسار پر ایک مراسلے میں لکھا:

"یہ درست ہے کہ حضرت اماں جان ناصر احمد کو بچپن میں اکثر یحییٰ کہا کرتیں اور فرماتی تھیں کہ یہ میرا مبارک ہے۔ یحییٰ ہے جو مجھے بدلہ مبارک کے ملا ہے۔"

مبارک احمد کی وفات کے بعد کے الہامات بھی شاہد ہیں کہ ایک بار میرے سامنے بھی مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اماں جانؓ سے بڑے زور سے اور بڑے یقین دلانے والے الفاظ میں فرمایا تھا کہ تم کو مبارک کا بدلہ جلد ملے گا۔ بیٹے کی صورت میں یا نافلہ (پوتے) کی صورت میں۔ مجھے مبارک کی وفات

کے تین روز بعد ہی خواب آیا کہ مبارک احمد تیز تیز قدموں سے آ رہا ہے اور دونوں ہاتھوں پر ایک بچہ اٹھائے ہوئے ہے۔ اس نے آ کر میری گود میں وہ بچہ ڈال دیا اور وہ لڑکا ہے۔ اور کہا کہ ''لو آپا یہ میرا بدلہ ہے'' (یہ فقرہ بالکل وہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا) میں نے جب یہ خواب صبح حضرت اقدس کو سنایا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک مسرت سے چمک رہا تھا اور فرمایا تھا کہ ''بہت مبارک خواب ہے'' آپ کی بشارتوں اور آپ کے کہنے کی وجہ تھی کہ ناصر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کو اماں جان'' نے اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ اماں جان کے ہی ہاتھوں میں ان کی پرورش ہوئی۔ شادی بیاہ بھی انہوں نے کیا اور کوٹھی بھی بنا کر دی (النصرۃ) تمام پاس رہنے والے جو زندہ ہوں گے اب بھی شاہد ہوں گے کہ حضرت اماں جانؓ ناصر کو مبارک سمجھ کر اپنا بیٹا ظاہر کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں ''یہ تو میرا مبارک ہے''

عائشہ والدہ نذیر احمد جس کو حضرت اماں جانؓ نے پرورش کیا اور آخر تک ان کی خدمت میں رہیں یہی ذکر اکثر کیا کرتی ہیں کہ اماں جان تو ناصر کو اپنا مبارک ہی کہا کرتی تھیں کہ یہ تو میرا مبارک مجھے ملا ہے۔۔۔ کئی سال ہوئے میں بیمار ہوئی تو میں نے ایک کاپی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض باتیں جو جو یاد تھیں لکھی تھیں ان میں یہ روایت اور اپنا خواب میں نے لکھا تھا وہ کاپی میرے پاس رکھی ہوئی ہے۔''

والسلام

مبارکہ

محترم پروفیسر صوفی بشارت الرحمان صاحب اس بارہ میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''1947 میں اغلباً مارچ اپریل کے مہینے میں ہم لوگوں نے فضل عمر ہوسٹل تعلیم الاسلام کالج قادیان میں صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک محفل منعقد کی۔۔۔ حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس محفل کے صدر گرامی تھے انہوں نے ایک مختصر سا خطاب فرمایا جس کا مفہوم یہ تھا:

''میں ناصر احمد کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرزند ہی سمجھتا ہوں اگرچہ ان کی پیدائش حضور علیہ السلام کے بعد ہوئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ایک لڑکے کی پیدائش کی خبر دی تھی جس کے متعلق فرمایا تھا یَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَکِ کہ وہ مبارک کا قائمقام ہوگا۔ سو مبارک کے قائمقام میاں ناصر احمد ہیں کیونکہ ان کی شکل وصورت وحلیہ مبارک مرحوم سے ملتا ہے اس لحاظ سے میاں ناصر احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ہی ہیں اور ان کو صحابہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہونے کی حیثیت سے شامل ہونا چاہیئے۔''

1965 کے جلسہ سالانہ پر عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے خلافت ثالثہ کے قیام کے بارے میں فرمایا:

''آپ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے محبت کرنے والوں کے لئے یہ قیام خلافت دوہرا احسان الٰہی ہے۔ ایک تو خلافت کا احسن طریق سے قیام۔ پھر یہ کہ وہ شخص آپ کو دیا جو آپ کے محبوب خلیفہ کا لخت جگر ہے۔ گویا اسی کا وجود دوسری صورت میں آپ کو دوبارہ بخش دیا گیا۔ یہ بالکل درست ہے کہ جو بھی خلیفہ منتخب ہوتا سب کے سر اسی طرح جھکتے۔ ہم سب کے دل اسی طرح شرح صدر سے اس کو قبول کرتے۔ مگر یہ کیسا احسان مزید چاہنے والوں کیلئے کہ اس کی نشانی آپؓ کا موعود پوتا جس کی خاص بشارت آپ کو حق تعالیٰ نے دی تھی آپ کو کھڑا کر دیا کہ لو یہ تمہارے پیارے کا پیارا۔ اسی مبارک وجود کا حصہ اسی کا لخت دل، تمہارے دلوں کی تسکین، تمہاری رہنمائی اور احمدیت کی خدمت کیلئے تم کو دیا جاتا ہے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خلافت کے پہلے جلسہ سالانہ کی ایک تصویر جو سٹیج پر لی گئی تھی اور جو انلارج کروا کر سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو پیش کی گئی۔ اس تصویر کو دیکھ کر ان کی زبان پر مندرجہ ذیل تین اشعار جاری ہوئے:

خدا کا فضل ہے اس کی عطا ہے
محمدؐ کے وسیلے سے ملا ہے
''مبارک'' تھا یہ ام المومنیں کا
ہوا مقبول رب العالمیں کا
نوید احمد و تنویر محمود
یہ موعود ابن موعود ابن موعود

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی متفرق تحریکات

سالانہ اجتماع انصاراللہ مرکزیہ ربوہ کے موقع پر اکتوبر 1968 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے سورۃ النور کی آیات 56,55 کی تلاوت فرما کرفرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی صرف یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کھول کر الٰہی احکام اور شریعت کو دنیا کے سامنے پیش کریں اور مومنوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان احکام کی بجا آوری میں اطاعت کا نمونہ دکھلائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا کہ اگر تم کامل اطاعت کا نمونہ دکھلاؤ گے تو ان راہوں کی طرف تمہیں ہدایت دی جائے گی جن پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے اور یہ بھی وعدہ دیا گیا کہ اگر کامل اطاعت کا نمونہ دکھاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری بشری کمزوریوں کے پیش نظر خلافت حقہ کا نظام تم میں جاری کرے گا اور ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کا تعلق پختہ اور کامل طور پر اپنے رب سے ہوگا۔ وہ اپنے اور تمہارے رب کے منشاء کے مطابق تمہاری رہنمائی کرتے رہیں گے اور تمہیں سہارا دیتے رہیں گے۔ تمہاری غفلتوں، سستیوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور ان اعمال کی طرف رہنمائی کرتے رہیں گے جو حالات حاضرہ کا تقاضا ہوں۔''

چنانچہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے عین مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ان اعمال کی طرف جماعت کی رہنمائی فرماتے رہے جو حالات حاضرہ کے متقاضی تھے اور اس سلسلہ میں منصوبے اور تحریک پر تحریک جاری فرماتے رہے۔

اگرچہ سترہ سالوں پر پھیلی ہوئی لاتعداد تحریکات اور منصوبوں کا پوری طرح احاطہ نہیں کیا جاسکتا تاہم زیادہ معروف منصوبے اور تحریکات یہ ہیں:

- تحریک جدید کے دفتر سوم کا اعلان
- وقف جدید کے دفتر اطفال کا اجراء
- فضل عمر فاؤنڈیشن کیلئے 125 لاکھ روپے کی تحریک
- وقف بعد از ریٹائرمنٹ کی تحریک
- نوجوان گریجوایٹس کیلئے تحریک وقف زندگی
- بدرسوم کے خلاف جہاد کی تحریک
- اطعموا الجائع یعنی مساکین کو کھانا کھلانے کی تحریک
- وقف عارضی کی تحریک
- مجالس موصیان کا قیام
- مجلس ارشاد کا قیام
- نصرت جہاں لیپ فارورڈ منصوبہ
- استحکام پاکستان کیلئے دعاؤں اور صدقات کی تحریک
- اتحاد بین المسلمین کی تحریک
- مکہ میں حج کی تاریخ کے مطابق دنیا بھر میں عیدالاضحیٰ کی تقریب منانے کی خواہش کا اظہار
- گھوڑے پالنے کی تحریک
- سائیکل سواری اور سائیکل سروے کی تحریک
- نشانہ غلیل کی مہارت پیدا کرنے کی تحریک
- خدام اور لجنات کو اپنی اپنی کھیلوں کے کلب بنانے کی تحریک
- درخت لگانے اور شجرکاری کی تحریک
- ربوہ کو سرسبز و شاداب بنانے کی تحریک
- آنحضرت ﷺ کی سنت کی پیروی میں مسکراتے رہنے کی تحریک
- تسبیح وتحمید درود شریف اور استخارہ کی خاص تحریک
- صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبے کیلئے اڑھائی کروڑ روپے مہیا کرنے کی تحریک
- امن عالم کیلئے صدقات اور دعاؤں کی تحریک
- چودھویں صدی ہجری کو الوداع کہنے اور پندرھویں صدی ہجری کا استقبال کرنے کیلئے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ورد کرنے کی تحریک اور روز ائد ماٹو
- تعلیم القرآن کی تحریک
- اشاعت قرآن کی تحریک
- حفظ قرآن کی تحریک
- سورۃ البقرۃ کی ابتدائی سترہ آیات حفظ کرنے کی تحریک
- غلبہ اسلام کی صدی کیلئے قرآن کریم سیکھنے سکھانے کیلئے دس سالہ تحریک
- ادائیگی حقوق العباد
- طلباء، ڈاکٹروں اور انجینئروں کو ایسوسی ایشنیں بنانے کی تحریک
- طلباء کو سویابین کھانے کی تحریک

- ہر گھر میں تفسیر صغیر رکھنے کی تحریک
- ہر گھر میں مرحلہ وار تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جلدیں رکھنے کی تحریک
- صد سالہ احمدیہ جوبلی تک سو سائنس دان اور اگلی صدی میں ایک ہزار سائنس دان اور محققین پیدا کرنے کی تحریک
- چودھویں صدی کی تکمیل پر "ستارہ احمدیت" کا تحفہ
- صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبے کے اعلان کے موقع پر مزید دو ماٹوز
- استغفار کرنے کی تحریک
- قلمی دوستی کی تحریک
- یورپ، امریکہ اور کینیڈا میں کمیونٹی سنٹر اور عیدگاہیں بنانے کی تحریک
- فولڈرز شائع کرنے کی تحریک
- بچوں کیلئے خوبصورت اور دلچسپ کتب لکھنے کی تحریک
- انصار اللہ کی صف اول اور صف دوم بنانے کی تحریک
- اطفال و ناصرات کیلئے معیار کبیر و صغیر کی تحریک
- مہمان خانے بنانے کی تحریک (وَسِّعْ مَکَانَکَ)
- جلسہ سالانہ کے موقع پر غیر ملکیوں کو تقاریر کے تراجم سنانے کی تحریک
- مختلف ممالک سے آنے والے مہمانوں کی طرف سے ان ممالک کے جھنڈے لہرانے کی تحریک
- پریس لگانے اور ریڈیو سٹیشن بنانے کی تحریک
- سوز بانوں میں لٹریچر تیار کرنے کی تحریک
- صد سالہ احمدیہ جوبلی تک سو ممالک میں جماعتیں قائم کرنے کی تحریک
- اولاد کا اکرام کرنے کی تحریک
- بیوی بچوں کے ساتھ حسن سلوک اور عزت سے مخاطب ہونے کی تحریک
- افریقی ممالک کیلئے ڈاکٹروں اور اساتذہ کو وقف کرنے کی تحریک
- حلف الفضول کی طرح مجالس بنانے کی تحریک
- عاجزی اور انکساری اختیار کرنے کی تحریک
- افغان مہاجرین کیلئے دعا اور بیماروں کو طبی سہولتیں فراہم کرنے کی تحریک
- بنی نوع انسان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں قرآن کریم دینے کی تحریک
- دنیا کے اطراف و جوانب کو نور مصطفویؐ سے منور کرنے کی تحریک
- جلسہ سالانہ صد سالہ جوبلی کیلئے دیگوں کی تحریک
- وظائف کمیٹی کی تشکیل
- احمدی بچیوں کی بروقت شادی کر دینے کی تحریک
- جلسہ سالانہ پر رضا کاروں کی فراہمی کی تحریک
- تمام مجالس کے اجتماعات میں نمائندگی کی تحریک
- مشاورت میں کم عمر نمائندوں کی شمولیت کی تحریک
- جماعتی تعمیرات کی نگرانی کیلئے احمدی انجینیئروں کو تحریک
- کھانے پینے کیلئے اسلامی آداب اختیار کرنے کی تحریک
- صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کی کامیابی کیلئے ماہوار ایک نفلی روزہ رکھنے کی تحریک
- صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کی کامیابی کیلئے روزانہ کم از کم سات مرتبہ سورۃ الفاتحہ غور و تدبر کے ساتھ پڑھنے کی تحریک
- صد سالہ احمدیہ جوبلی کی کامیابی کیلئے روزانہ کم از کم دو نفل پڑھنے کی تحریک
- صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ کی کامیابی کیلئے تسبیح و تحمید، درود شریف، استغفار اور قرآن مجید اور حدیث کی بعض دعائیں معین تعداد میں روزانہ پڑھنے کی تحریک
- حضرت مسیح موعودؑ کی الہامی دعا (جو اسم اعظم کا درجہ رکھتی ہے) پڑھنے کی تحریک
- مجلس صحت کا قیام
- فضل عمر فاؤنڈیشن، انجمنوں اور ذیلی تنظیموں کو غیر ملکی مہمانوں کیلئے گیسٹ ہاؤس بنانے کی تحریک
- جماعت کے افراد کو قوی اور امین بننے کی تحریک
- متلاشیان حق کو وفود کی شکل میں مرکز میں لانے کی تحریک
- قلمی دوستی کے ذریعے دعوت الی اللہ کی تحریک
- ذیلی تنظیموں کے ضلعی اور علاقائی اجتماعات منعقد کرنے کی تحریک
- جنگی قیدیوں اور افغان مہاجرین کیلئے گرم کپڑے اور رضائیاں بنا کر مفت سپلائی کرنے کی سکیم
- اسلامی آداب و اخلاق کی ترویج و اشاعت۔

(ماخوذ از 'حیات ناصر' مرتبہ محمود مجیب اصغر)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

سید شمشاد احمد ناصر مربی سلسلہ

﴿نوٹ: اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ عالمگیر کو اس سال صد سالہ خلافت احمدیہ کی جوبلی منانے کی سعادت مل رہی ہے جس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہے۔ جماعت احمدیہ امریکہ نے بھی اس سال مختلف قسم کے پروگرام بنائے ہیں۔ اُن میں ایک پروگرام ''احمدیہ گزٹ'' خلفائے احمدیت کے بارے میں معلومات مہیا کر رہا ہے۔ ایڈیٹر احمدیہ گزٹ النور نے خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بارے میں کچھ لکھنے کو کہا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔﴾

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مرزا ناصر احمدؒ کا پیارا وجود

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت مصلح موعودؓ کے بیٹے تھے۔ آپ کی پیدائش سے قبل ہی آپ کے بارے میں بشارات دی گئی تھیں ان بشارات کا ذکر پہلی مذہبی کتب میں بھی ملتا ہے یہود کی احادیث کی مشہور کتاب طالمود میں لکھا ہے کہ مسیح کی وفات پانے کے بعد اس کی بادشاہت اس کے بیٹے اور پھر اس کے پوتے کو ملے گی۔

آپ کی پیدائش سے 2 ماہ قبل حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک خط میں لکھا:

''مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہو گا اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہو گا۔''

(الفضل 8 اپریل 1915)

پس جو خبر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو اس عظیم بیٹے کے بارے میں دی تھی اس کی ساری زندگی اسی بات پر گواہ رہی کہ وہ دین کے ناصر تھے اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ۔

آپ کا وجود نہایت پیارا، شخصیت بہت ہی بارعب اور خوبصورت تھی آپ کو دیکھتے ہی ملنے والوں کے دل آپ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ آپ کے چہرہ پر ہر وقت مسکراہٹ بکھری رہتی تھی جہاں آپ نے جماعت کے ہر فرد کو یہ پیغام دیا کہ

''سب سے محبت اور نفرت کسی سے نہیں''

وہاں آپ خود اس کی مجسم تصویر بنے رہتے تھے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے پہلی ملاقات

غالباً 1966 کی بات ہے خاکسار عمر کے پندرہویں سال میں تھا اور ابھی دسویں کا امتحان بھی دینا تھا۔ حضورؒ سندھ کے دورہ پر تشریف لے گئے تھے اور واپسی بذریعہ چناب ایکسپریس تھی۔ حضورؒ کی واپسی کی جماعتوں کو اطلاع تھی۔ احباب جماعت ریلوے سٹیشنوں پر حضورؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کر رہے تھے۔ ہم دیہات میں رہتے تھے۔ چناب ایکسپریس کا سٹاپ ہمارے ریلوے سٹیشن سے تقریباً ایک اڑھائی میل کے فاصلے پر تھا۔ میری والدہ مرحومہ سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے ہمیں علی الصبح نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہنائے اور اڑھائی میل کا سفر طے کر کے ہم ابا جان کے ساتھ ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئے۔ قریباً 9 بجے گاڑی آئی اور عجیب حسنِ اتفاق کہ گاڑی کا وہ ڈبہ جس میں حضورؒ تشریف فرما تھے عین ہمارے سامنے آ کر رکا۔ میرے ابا جان نے حضورؒ سے ملاقات کی۔ ہم سب بہن بھائیوں نے بھی آپؒ سے مصافحہ کیا۔ میری والدہ صاحبہ نے حضور انور سے درخواست کی کہ حضور دعا کریں شمشاد کو میں نے

زندگی وقف کروانی ہے۔حضورؒ نے فرمایا یہ کس کلاس میں ہے۔عرض کی گئی کہ امسال دسویں کا امتحان دینا ہے آپ نے فرمایا دسویں کے بعد جامعہ میں داخل کرادیں۔یہ وہ پہلی ملاقات تھی جس نے دل پر ایک عجیب اور گہرا نقش آپ کی محبت کا چھوڑا۔

یہاں کے ریلوے سٹیشن پر ایک غیر مبائع دوست سٹیشن ماسٹر تھے جب انہیں حضورؒ کے آنے کا پتہ چلا تو انہوں نے بھی درخواست کی کہ وہ بھی حضور سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔میرے ابا جان (سیّد شوکت علی صاحب) نے انہیں بتایا کہ حضورؒ سے آپ کے بارے میں ذکر کروں گا اگر حضورؒ نے اجازت دی تو ملاقات ہوگی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔چنانچہ ہماری ملاقات کے بعد ابا جان نے سٹیشن ماسٹر کے بارے میں بتایا کہ وہ بھی ملاقات کے خواہاں ہیں تو حضور نے ازراہِ نوازش ان کو شرف مصافحہ بخشا اور ان کے حالات دریافت کئے۔دریں اثناء گاڑی سٹیشن پر ہی کھڑی رہی۔

آپ کی تعلیم وتربیت اور خدمتِ دین کے لئے وقفِ زندگی

حضرت مسیح موعودؑ کی مبشر اولاد کے بعد یہ فخر صرف اور صرف آپ کو حاصل ہے کہ آپ کی ساری تربیت حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے ہاتھوں ہوئی۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کے والد حضرت مصلح موعودؓ تھے جو خلیفہء وقت بھی تھے۔حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کا بڑا پوتا ہونے کی وجہ سے خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے دوسرے برگزیدہ افراد مثلاً آپ کے دو بزرگ چچا' حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ،اور آپ کی دونوں پھوپھیاں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت سیدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ بھی آپ کی تربیت میں ممد و معاون تھیں۔ان کے علاوہ کبار صحابہؓ سے بھی آپ نے فیض حاصل کیا۔

آپ نے کس قسم کی تربیت پائی؟ اس ضمن میں ایک واقعہ لکھتا ہوں جو خود حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنی تربیت کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔

آپ نے اپنے انتخابِ خلافت کے پہلے خطاب میں فرمایا:

''آپ مجھے اپنا ہمدرد اور خیر خواہ پائیں گے کیونکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہماری اس طرح تربیت کی ہے۔میں چھوٹا تھا اور اب اس عمر کو پہنچا ہوں ہم نے یہی محسوس کیا کہ حضور کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ میرے بچے دنیا کیلئے خیر کا منبع ہوں۔کسی کو ان سے تکلیف نہ پہنچے۔۔۔پھر جو ماں ملی (یعنی حضرت ام المومنینؓ) جس نے میری تربیت کی ویسی ازواجِ مطہرات کے بعد ماں کسی کو نہیں ملی۔۔۔وہ ایسی تربیت کرتی تھیں کہ دنیا کا کوئی ماہر نفسیات ایسی تربیت نہیں کرسکتا۔''

(الفضل 17 نومبر 1965)

حضرت اماں جانؓ کی تربیت میں آپ جن اوصاف کے متصف ہوئے ان میں اللہ تعالیٰ سے محبت،عشقِ رسول عربی ﷺ اور بنی نوع انسان کیلئے بے پناہ محبت اور ہمدردی کے جذبات تھے اور اس وجہ سے آپ کے اندر عجز و انکساری،سادگی،احیاء اور خدمتِ دین کے جذبات پیدا ہوتے رہے۔ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

''میرے بچپن کا ایک واقعہ ہے۔میں بہت چھوٹا تھا اس وقت لیکن ابھی تک وہ واقعہ مجھے پیارا لگتا ہے۔میں مسجد اقصیٰ میں عشاء کی نماز کیلئے جایا کرتا تھا کیونکہ عشاء کی نماز مسجد مبارک میں بہت دیر سے ہوتی تھی اور میں مدرسہ احمدیہ میں نیا نیا داخل ہوا تھا۔پڑھائی کی طرف توجہ دینے اور نیند پوری لینے کی خاطر حضرت ام المومنینؓ مجھے فرماتی تھیں تم مسجد اقصیٰ میں جا کر نماز پڑھ لیا کرو۔۔۔وہ گلی بڑی اندھیری تھی اب تو شاید وہاں بجلی لگ گئی ہو اس زمانہ میں بجلی نہیں تھی۔ایک دن میں نیچے اترا نماز کیلئے تو عین اس وقت مدرسہ احمدیہ کے طلباء کی لائن نماز کیلئے جارہی تھی اور اندھیرا تھا خیر میں لائن میں شامل ہوگیا لیکن اس اندھیرے میں کچھ پتہ نہیں لگ رہا تھا۔میرا پاؤں ایک طالبعلم کے سلیپر پر لگا اور وہ سمجھا کہ کوئی لڑکا اس سے شرارت کررہا ہے وہ پیچھے مڑا اور ایک چپیڑ مجھے لگادی۔اس کو پتہ نہیں تھا کہ کسے میں چپیڑ لگا رہا ہوں اور کیوں لگا رہا ہوں۔مجھے خیال آیا کہ اگر میں اس کے سامنے ہوگیا تو اس کو بہرحال شرمندگی اٹھانی پڑے گی اس خیال سے میں ایک طرف کھڑا ہوگیا اور جب 15-20 بچے وہاں سے گزر گئے تب میں دوبارہ اس لائن میں داخل ہوگیا تا کہ اس کو

شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔''

(الفضل 8 جون 1968)

آپ نے قرآن کریم حفظ کیا۔ 1922 کے رمضان المبارک میں آپ نے قادیان میں نماز تراویح پڑھائی اور قرآن کریم کا دَور مکمل کیا۔ بعدہٗ آپ مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوگئے۔ میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور 1934 میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔

اس کے بعد آپ کو حضرت مصلح موعودؓ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے انگلستان بھجوایا۔اس موقعہ پر حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو بعض تحریری ہدایات بھی دیں۔اور نگلستان بھجوانے کی وجہ بھی بتادی۔اس میں سے چندایک استفادہ کی غرض سے لکھتاہوں۔حضورؓ فرماتے ہیں:

''خداتعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ سے مجھے دنیا کے سب علوم کے اصول سکھادیئے ہیں۔۔۔اس تجربہ کے بعد میرا خیال یہ کرنا کہ تم انگلستان علم سیکھنے جاتے ہو پرلے درجے کی ناشکری اور انتہادرجہ کی احسان فراموشی ہوگا۔سب علم قرآن کریم میں ہے۔اس لئے سب سے پہلے میں نے تمہیں قرآن پڑھوایا بلکہ حفظ کروادیا پس پیشتر اس کے کہ تم ہوش سنبھالتے علم کا سرچشمہ تمہیں دیا گیا۔۔۔

میں تم کو انگلستان بھجوارہاہوں اس غرض سے جس غرض سے رسول کریمؐ اپنے صحابہ کو فتح مکہ سے پہلے مکہ بھجوایا کرتے تھے۔ میں اس لئے بھجوارہاہوں کہ تم مغرب کے نقطہ نگاہ کو سمجھو تم اس زہر کی گہرائی کو معلوم کرو جو انسان کے روحانی جسم کو ہلاک کررہاہے تم اُن ہتھیاروں سے واقف اور آگاہ ہوجاؤ جن کو دجّال اسلام کے خلاف استعمال کررہاہے غرض تمہارا کام یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کیلئے اور دجّالی فتنہ کی پامالی کے لئے سامان جمع کرو۔۔۔

پس ایسا نہ ہو کہ تم یورپ سے مرعوب ہو۔خداتعالیٰ نے جو ہمیں خزانہ دیاہے وہ یورپ کے پاس نہیں اور جو ہمیں طاقت دی ہے وہ اسے حاصل نہیں تم ایک اسلام کے سپاہی کی طرح ہوجاؤ اور وہ سب کچھ اکٹھا کرو جو اسلام کی خدمت کیلئے مفید ہو اور اس سب کچھ لغو کو چھوڑ دو جو اسلام کے خلاف ہے کیونکہ وہ ہرگز کوئی قیمت نہیں رکھتا۔تم اسے زہر سمجھ کر اس کی شدت کا مطالعہ کرو لیکن اسے کھاؤ نہیں کہ زہر کھانے والا انسان اپنے آپ کو خود ہلاک کرتاہے۔''

حضورؓ نے اپنی نصائح میں ایک یہ بھی نصیحت فرمائی کہ شیطانی حملہ سے بچنے کا ایک طریق یہ ہے کہ روزانہ سورہ کہف کی دس ابتدائی آیات اور دس آخری آیات پڑھا کریں۔اور بلاناغہ رات کو سوتے وقت 3 دفعہ آیت الکرسی اور آخری تینوں قُل پڑھ کر اور تینوں دفعہ اپنے ہاتھوں پر پھونک کر اپنے سر اور دھڑ پر پھیرلیا کرو۔

حضرت مصلح موعودؓ نے تہجد پڑھنے، تلاوت قرآن کریم روزانہ کرنے اور دعاؤں کی طرف بھی خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاتے ہوئے عشقِ الٰہی پیدا کرنے کی تلقین بھی فرمائی۔ایک اور نہایت اہم نصیحت یہ فرمائی کہ بدنامی کے مواقع سے بھی بچاجائے۔فرمایا:

''ہمیشہ یادرہے کہ مواقع فتن سے ہی نہ بچو بلکہ بدنامی کے مواقع سے بھی بچو۔عورتوں کے ساتھ الگ بیٹھنا، الگ سیر کو جانا وہاں کے حالات میں ایک معمولی اور طبعی بات سمجھاجاتاہے مگر تم لوگوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔''

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک نصیحت یہ بھی فرمائی کہ:

''مسجد کی آمدورفت جہاں تک ہوسکے بڑھاؤ''

اور فرمایا

''امام مسجد یورپ میں خلیفہ کا نمائندہ ہے اس کی اطاعت اور اس سے تعاون ایمان کا ایک جزو ہے اس میں کوتاہی ہرگز نہ کرو'

اور فرمایا

''اس وقت سب عزت احمدیت میں ہے''

ابھی آپ انگلستان میں زیرِ تعلیم تھے کہ آپ نے اپنے عظیم والد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں جرمنی سے خط لکھ کر اس بات کا اظہار کیا کہ آپ دین کیلئے زندگی وقف کرنا چاہتے ہیں اس خط میں آپ فرماتے ہیں:

''بندہ ہمیشہ کی طرح اب بھی خدمتِ سلسلہ کیلئے حاضر ہے۔ بی۔اے، ایم۔اے بننے کا مجھے کبھی بھی شوق نہیں ہوا اور خداتعالیٰ شاہد ہے۔۔۔گو وقف

کنندہ ہوں مگر پھر دوبارہ اپنے کو حضور کے سامنے پیش کرتا ہوں بندہ اسی وقت سے خدمتِ احمدیت کیلئے حاضر ہے اور سلسلہ کی غلامی کو سب عزتوں سے معزز سمجھتا ہے اور سلسلہ کی خدمت سے علیحدہ رہتے ہوئے اپنی زندگی کو خالی اور فضول پاتا ہوں۔''

انتخابِ خلافت اور عہدِ خلافت

8 نومبر 1965 کی شام کو وہ اپنے بعض بھائیوں کے ساتھ عشاء کی نماز کیلئے دعاؤں میں مشغول آیا اور جوتیوں میں بیٹھ گیا۔ایک نوجوان اگر ذرا اپنی جگہ سے ہٹ جاتا تو اس کو بھی مسجد میں جگہ مل جاتی لیکن اس منچلے نے کہا آج اس کو جوتیوں میں ہی بٹھانا ہے اس جوتیوں میں بیٹھنے والے شخص کا نام مرزا ناصر احمد تھا۔عشاء کی نماز کے بعد حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کی صدارت میں انتخاب خلافت کی کارروائی شروع ہوئی اور یہی جوتیوں میں بیٹھنے والا شخص خلیفۃ المسیح الثالث کثرتِ رائے سے منتخب ہو گیا۔کب یہ کارروائی شروع ہوئی اور کب ختم اس کو کچھ ہوش نہ تھی۔ وہ تو دعاؤں میں مشغول تھا، پھر چند لوگ آئے اور اس کو جوتیوں سے اُٹھا کر محراب میں لے گئے اور عرض کیا کہ ہم سے بیعت لیں تب آپ نے سب سے پہلے یہ عہد دہرایا

''میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں خلافتِ احمدیہ پر ایمان لاتا ہوں اور میں اُن لوگوں کو جو خلافتِ احمدیہ کے خلاف ہیں باطل پر سمجھتا ہوں اور میں خلافتِ احمدیہ کو قیامت تک جاری رکھنے کیلئے پوری کوشش کروں گا اور میں ہر غریب اور امیر احمدی کے حقوق کا خیال رکھوں گا اور قرآن شریف اور حدیث کے علوم کی ترویج کیلئے جماعت کے مردوں اور عورتوں میں ذاتی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی کوشاں رہوں گا''

(حیاتِ ناصر صفحہ 355-354)

خلافتِ ثالثہ کے مبارک دور کا آغاز

انتخابِ خلافت کے بعد آپ نے جو عہد خلافت دہرایا پھر آپ نے رقت بھرے الفاظ میں احباب جماعت سے خطاب فرمایا جس میں اپنے عجز و انکسار کے اظہار کے ساتھ ساتھ جماعت کے دوستوں کو تلقین کی کہ

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی کامیابی عطا فرمائی اور جو کام خدا تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا انہوں نے پوری طرح نباہا اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو ترقی دیں اور اس میں کمزوری نہ آنے دیں۔''

پھر آپ نے اراکینِ مجلسِ انتخاب سے بیعت لی۔ اور اس کے بعد بیعت عام ہوئی اور ہزاروں احمدی جو اس وقت مسجد مبارک سے باہر ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے انہوں نے بیعت کی۔

مقررہ طریق کے مطابق منتخب ہونے والے خلفاء کیلئے عظیم بشارت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا تھا کہ

''جب بھی انتخاب خلافت کا وقت آئے اور مقررہ طریق کے مطابق جو بھی خلیفہ چُنا جائے میں اس کو ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر اس قانون کے ماتحت وہ چنا جائے گا تو اللہ تعالےٰ اس کے ساتھ ہوگا اور جو بھی اس کے مقابل پر کھڑا ہوگا وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو ذلیل کیا جائے گا اور تباہ کیا جائے گا کیونکہ ایسا خلیفہ صرف اس لئے کھڑا ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کو پورا کرے کہ خلافتِ اسلامیہ ہمیشہ قائم رہے۔''

(خلافتِ حقّہ اسلامیہ صفحہ 17)

پھر فرمایا:

''پس میں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالےٰ خلیفہ ثالث بنائے ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائے گا تو۔۔۔اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔''

(خلافتِ حقہ اسلامیہ)

حضرت مصلح موعودؓ کی یہ عظیم بشارت اپنے وقت پر حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دور میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ پوری ہوگئی۔اور

آیندہ بھی ہوتی رہے گی، انشاء اللہ۔

مناسب ہوگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے اس مبارک دور میں 1974 میں جو واقعات پاکستان میں احمدیوں پر گزرے اور پھر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح دشمن کو پامال کیا اور احمدیت کو ترقی عطا فرمائی۔ اگرچہ یہ مضمون بجائے خود ایک ضخیم کتاب کا متقاضی ہے مگر مختصراً یہاں بھی لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے:

'' 1974 کا سال ایک عظیم ابتلاء لے کر آیا اس وقت کی حکومت کی شہ پر پاکستان میں احمدیوں کے قتل وغارت اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم رہا معاندین نے احمدیوں کی مساجد، قرآن کریم کے نسخے اور کتب حضرت مسیح موعودؑ اور احمدیوں کے گھر نذر آتش کیے، کاروبار تباہ ہوئے، فیکٹریوں کو آگ لگائی گئی کئی احمدی شہید کردیئے گئے، غرضیکہ احمدیوں کو بڑی قربانیاں دینی پڑیں۔۔۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو۔۔۔اور پھر جرح کیلئے قومی اسمبلی میں اسلام آباد بلایا گیا۔ کئی روز کی جرح کے دوران حضور نے جماعت احمدیہ کے عقائد کی خوب ترجمانی فرمائی۔

جماعت کیلئے یہ بہت نازک وقت تھا، حضورؒ جماعت کی دلداری فرماتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور مسلسل کئی کئی راتیں جاگ کر مناجات کرتے رہے اور مخالفت اور ظلم وتشدد کے طوفان کے آگے ایک مضبوط چٹان کی طرح کھڑے ہوگئے اور اپنی دعاؤں اور اولوالعزمی سے اس کا رُخ موڑ دیا۔
پاکستان کی قومی اسمبلی نے جماعت احمدیہ کو آئینی اغراض کی خاطر غیر مسلم قرار دیا۔ حضورؒ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا:

''وَسِّعْ مَكَانَكَ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ''

تم اپنے مکان وسیع کرو میں ان استہزا کرنے والوں کیلئے کافی ہوں''

''اس طرح 1974 میں جماعت احمدیہ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا حضورؒ کو وسع مکانک کا جو الہام ہوا تھا اس کے پیش نظر حضور نے جماعت کے تربیتی اور تبلیغی اور دیگر روحانی پرگراموں میں وسعت پیدا فرمائی اور حضور کی حسن تدبیر اور دعاؤں کے نتیجہ میں یہی ابتلاء احمدیت کی غیر معمولی وسعت کا پیش خیمہ بنا۔

اسی سال حضور نے غیر ملکی مہمانوں کیلئے ربوہ میں کئی گیسٹ ہاؤس تعمیر کروانے شروع کئے چنانچہ فضل عمر فاؤنڈیشن، مجلس انصار اللہ مرکزیہ وغیرہ کے گیسٹ ہاؤسز کے سنگِ بنیاد رکھے گئے۔''
'' 1974 میں جو دکھ معاندین کی طرف سے جماعت کو پہنچے وہ بلحاظ کمیت و کیفیت غیر معمولی تھے حضورؒ نے جماعت کو اپنے پیغام میں ارشاد فرمایا:

دوست دریافت کرتے ہیں کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ میرا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرو کہ **استعینوا بالصبر والصلوٰة** استقامت، صبر، دعاؤں اور نمازوں کے ساتھ اپنے رب سے مدد مانگو، پس صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو، صبر کرو اور دعائیں کرو۔''
(الفضل جون 1974)

معاندین کی ایذا رسانیوں کے ردِ عمل کے بارے میں حضورؒ کا جو تصور تھا اس کا اظہار حضورؒ نے ان الفاظ میں فرمایا:

''ہم تو یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ جو اپنی طرف سے ہمارا مخالف ہے ۔۔۔۔اس کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔''
(خطبہ جمعہ 7 نومبر 1975)
لیکن حضورؒ کی ان دردناک ایام اور کربناک حالت میں اپنی کیا کیفیت تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دنیوی لحاظ سے وہ تلخیاں جو دوستوں نے انفرادی طور پر محسوس کیں وہ ساری تلخیاں میرے سینے میں جمع ہوتی تھیں، ان دنوں مجھ پر ایسی راتیں بھی آئیں کہ خدا کے فضل اور رحم سے ساری رات ایک منٹ سوئے بغیر دوستوں کیلئے دعائیں کرتا رہا۔''

(حیاتِ ناصر صفحہ 401)

پس یہ تھے جماعتِ احمدیہ کے خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمد جن کے دور میں 1974 کے واقعات ہوئے۔ ظالموں نے جماعت اور جماعت کے خلیفہ کو تکلیف دینے کی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن اللہ تعالیٰ جو بہتر تدبیر کرنے والا ہے اس نے معاندین کی صف ہی لپیٹ دی اور جماعت کو ترقیات پر

ترقیات دیتا چلا گیا۔ ع

فسبحان الذی اخزی الاعادی۔

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہء زار ونزار

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی چند انمول نصائح

آپ کا مہربان دل ہمیشہ پیار و محبت سے بھرا رہتا تھا۔ آپ نے اپنے 17 سالہ دورہ خلافت میں اور اس سے قبل بھی ہر ایک کے ساتھ پیار اور ہمدردی کا سلوک فرمایا۔ اور ملک بہ ملک، قریہ بہ قریہ یہی پیغام دیا جو آج بھی ہر ایک کی زبان پر جاری ہے اور جماعت احمدیہ کا ماٹو ہے یعنی ''سب سے محبت اور نفرت کسی سے نہیں''

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے لوگوں کے دلوں کو محبت، پیار اور ہمدردی سے جیتا تھا اگر ہم بھی لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔ قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے ''سب سے محبت اور نفرت کسی سے نہیں''

(حیاتِ ناصر صفحہ 7)

یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے۔ مسجد بیت الرحمان میں ہم نے مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی صدارت میں ایک دعائیہ میٹنگ کا انعقاد کیا اس موقعہ پر مختلف مذاہب کے لوگ اور لیڈر تشریف لائے اور اپنے اپنے رنگ میں دعائیں کرنے لگے۔ خاکسار سب کو باری باری بلا رہا تھا اس موقعہ پر جو لوگ تشریف لائے وہ پہلی بار آئے تھے اُن سے رابطہ کو مزید بڑھایا اور مضبوط کیا گیا۔ Presbyterian چرچ کے ایک پادری مسٹر ٹیڈ ڈور تھے وہ بھی تشریف لائے اور پھر اُن سے رابطہ مستحکم ہوتا گیا۔ ایک دن انہوں نے مجھے اپنے چرچ میں بلایا اور چرچ کے باہر بہت بڑا لکڑی کا پوسٹر لگا ہوا دکھایا جس پر لکھا تھا

Lov e for all Hatred for none"

یہ پوسٹر کافی عرصہ وہاں کی زینت بنا رہا۔

ایک اور اظہارِ محبت، پیار جو آپ جماعت کے احباب سے فرمایا کرتے تھے اور جس انداز میں اس حقیقت کو آپ جماعت کے سامنے رکھتے وہ دلوں کو موہ لیتا اور اس میں ذرّہ بھر بھی شک نہیں کہ آپ اپنی جماعت سے بے انتہاء پیار کرتے تھے۔ آپ اس بات کا اظہار اکثر ان الفاظ میں فرمایا کرتے تھے۔

''جماعت اور خلیفہء وقت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 فروری 1982)

''آپ کے پیار کا دامن اپنوں سے لے کر غیروں اور دشمنوں تک پھیلا ہوا تھا آپ معاندین کے دکھوں کے جواب میں مسکرایا کرتے تھے اور اپنی جماعت کو نصیحت کے رنگ میں فرماتے تھے:

''دنیا تیوریاں چڑھا کر اور سرخ آنکھیں کر کے تمہاری طرف دیکھ رہی ہے تم مسکراتے چہروں سے دنیا کو دیکھو''

(خطاب جلسہ سالانہ ربوہ 1973)

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

''ہمیشہ یاد رکھو کہ ایک احمدی کسی سے دشمنی نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے کیونکہ اس کے خدا نے اسے پیار کرنے کیلئے اور خدمت کرنے کیلئے پیدا کیا ہے''

آپ مجسم دعا تھے آپ کی زندگی میں لگا تار کئی کئی راتیں ایسی بھی آئیں جب آپ ایک لمحہ کیلئے بھی نہ سو سکے اور ساری ساری رات دعائیں کرتے رہے آپ نے کسی کے خلاف بددعا کرنے سے منع کیا ہوا تھا آپ فرماتے تھے:

''ہم کسی کے لئے بددعا نہیں کرتے یہ خدا کا کام ہے کسی کو سزا دے یا چھوڑ دے۔۔۔ وہ مالک ہے''

(حیاتِ ناصر صفحہ 8)

حضورؒ کی شفقتیں اور ذرّہ نوازیاں

حضورؒ کی دلداریاں شفقتیں اور نوازشات ہر خاص و عام کیلئے یکساں تھیں اور اس عاجز کو بھی اُن سے حصہ لینے کا متعدد بار موقعہ ملا۔
ایک دفعہ جب عاجز جامعہ احمدیہ کا طالبعلم تھا اور غالباً درجہ رابعہ کے آخری ایام تھے ہمیں محترم سید میر داؤد صاحب مرحوم (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بہت بلند فرمائے) کے حکم سے کاغان نزران وغیرہ کے علاقہ میں ہائیکنگ کیلئے لے جایا گیا واپسی پر ہم سب طلباء اسلام آباد بھی گئے۔حضورؒ اُن دنوں اسلام آباد اپنی کوٹھی میں رہائش پذیر تھے، ہمارے اساتذہ کرام نے جو ہمارے ساتھ تھے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے حضور کی خدمت میں تمام طلباء جو ہائیکنگ کرنے آئے ہوئے تھے کے بارے میں ملاقات کی درخواست کی۔حضورؒ نے ازراہِ شفقت منظور فرمائی۔حضورؒ جس کمرہ میں تشریف رکھتے تھے وہاں کرسیاں اور صوفے پڑے تھے سب طلباء اور اساتذہ کرام بیٹھ گئے۔خاکسار کیلئے جگہ نہ بچی۔حضورؒ نے ازراہِ شفقت خاکسار کو بلا کر اپنے ساتھ ہی صوفہ پر بٹھا لیا محترم ملک مبارک احمد صاحب مرحوم مجھے ہاتھ کے اشارہ سے فرماتے رہے کہ حضورؒ کے ساتھ نہ بیٹھو نیچے بیٹھ جاؤ لیکن خاکسار نیچے نہ بیٹھا۔ملاقات کے بعد محترم ملک صاحب نے خاکسار سے کہا کہ آپ کو ساتھ نہیں بیٹھنا چاہیئے تھا۔میں نے عرض کی جب حضورؒ نے خود ساتھ بٹھایا تھا تو میں کیسے نیچے بیٹھ جاتا، الامرُ فوق الادب۔

جب خاکسار کی تقرری غانا مغربی افریقہ میں ہوئی تو ایک اور دوست مکرم حمدی ظفر صاحب بھی ساتھ جا رہے تھے۔ میں نے درخواست دی کہ حضورؒ کے ساتھ ملاقات اور تصویر بھی کھنچوانی ہے۔آپ نے میری درخواست پر لکھا
''ایک منٹ کیلئے نماز عصر کے بعد نیچے قصر خلافت میں کھڑے ہوکر''
چنانچہ ہم وقت مقررہ پر عصر کے بعد نیچے گئے۔حضورؒ نماز پڑھا کر تشریف لائے اور فرمایا اکیلے یا اکٹھی تصویر لینی ہے۔عاجز نے عرض کہ حضورؒ پہلے اکیلے پھر اکٹھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بعد میں وہاں پر محترم سید میر محمود صاحب (پرنسپل جامعہ احمدیہ) بھی تھے کہنے لگے کہ حضورؒ آپ لوگوں کے بڑے نخرے برداشت کرتے ہیں۔

ایک دفعہ ایوان محمود میں حضور انور کی دعوت تھی۔محترم میر محمود احمد ناصر اس دعوت کے اور خصوصاً حضورؒ والے ٹیبل کو Serve کرنے پر انچارج تھے انہوں نے ازراہِ نوازش خاکسار کو بھی اپنی ٹیم میں شامل کر لیا فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔
حضورؒ تشریف لائے اور کھانا Serve کرنے کی سعادت بھی ملی۔ بعد میں حضورؒ کے ہاتھ دھلوانے کی بھی اس عاجز کی ڈیوٹی تھی جب حضورؒ کے ہاتھ دھلوانے لگا تو حضورؒ نے پوچھا کیا کر رہے ہو؟ عرض کی غانا جانے کی تیاری کر رہا ہوں۔فرمایا کیا گانے جا رہے ہو؟ عرض کی حضور ہی کا گانا گانے جا رہا ہوں۔حضور یہ سن کر خوش ہوئے اور مسکرائے۔

غانا میں غانین احمدیوں کا والہانہ استقبال اور فدائیت کا ایک منظر

حضورؒ مغربی افریقہ کا پہلے بھی ایک مرتبہ دورہ فرما چکے تھے آپ دوبارہ 1980 میں غانا اور دیگر ممالک کے دورہ پر تشریف لے گئے۔جب حضور غانا میں اکرا ایئرپورٹ پر تشریف لائے وہ منظر دیکھنے والا تھا۔ ایئرپورٹ کے ہر طرف احمدی ہی احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظر آرہے تھے گویا احمدیوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔محتاط اندازے کے مطابق قریباً 20 ہزار غانین احمدیوں نے اپنے خلیفہ کا استقبال کیا۔ ہر ایک نے سفید لباس پہنا ہوا تھا اور سفید رومال ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور ایئرپورٹ کی بالکونی پر سفید رومال لہرا لہرا کر حضورؒ کا استقبال کیا۔خاکسار بھی وہاں موجود تھا حضور نے جہاز کے دروازہ پر کئی منٹ کھڑے ہو کر ہاتھ کے اشارے سے نعروں اور سلام کا جواب دیا اور اس کی تصاویر بھی لیں۔حضور جب اکرا مشن ہاؤس میں تشریف لائے تو ایک سائبان کے نیچے سٹیج لگا ہوا تھا۔ اور احمدی احباب سامنے قطاروں میں کھڑے تھے۔
حضورؒ کرسی سے اُٹھ کر میز کے سامنے تشریف لائے اور خطاب شروع کیا۔
آپ کے ایک طرف محترم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب اور مشنری انچارج غانا کھڑے تھے اور ترجمانی بھی کر رہے تھے۔عین اسی وقت تیز موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ بارش بھی اس قدر تیز کہ ایسا معلوم ہوتا تھا یہ آج ہی برسے گی۔تمام غانین احمدی جو کہ اعلیٰ کپڑوں میں ملبوس اپنے پیارے آقا کو دیکھنے اور سننے آئے تھے آپ کے سامنے خاموش اور ساکت

بیٹھے تھے۔ مجال ہے کہ کوئی احمدی اپنی جگہ سے کھسکا ہو یا ہٹا ہو۔ یا کسی نے اِدھر اُدھر دیکھا ہو کہ بارش سے بچاؤ کی تدبیر کر سکے۔ بالکل نہیں ہرگز نہیں۔ اسی محویت اور فدائیت کے عالم میں سب احمدیوں نے حضور کے خطاب کو سنا۔ اس موقعہ پر مجھے بھی ایک سعادت نصیب ہوئی اور وہ یہ کہ سائبان کے نیچے جہاں حضور خطاب فرما رہے تھے ایک چھوٹے سے سوراخ سے پانی کے قطرات ٹپکنے لگے اور حضور کے عمامہ پر گرنے لگے۔ خاکسار جو پیچھے کھڑا تھا تو نظر اس طرف گئی، اسی وقت وہاں ایک احمدی اپنی چھتری لئے کھڑا تھا اس سے چھتری پکڑی اور میز کے اوپر چڑھ کر جہاں قطرات بارش حضورؒ کے عمامہ پر گر رہے تھے تان لی۔ الحمدللہ۔

رات کو حضور کی قیام گاہ پر چند دوست اور بزرگ اکٹھے تھے جن میں مکرم چودھری انور حسین صاحب مرحوم مکرم مسعود احمد دہلوی صاحب ایڈیٹر الفضل حضورؒ کے باڈی گارڈ وغیرہ بھی تھے۔ اور دن بھر جو نظارے احمدیوں کی فدائیت کے دیکھنے میں آئے تھے اُن کا تذکرہ ہونے لگا۔

مکرم شیر بہادر صاحب حضور کے باڈی گارڈ خاکسار سے روتے ہوئے جذبات میں کہنے لگے اکرا ایئر پورٹ کا حوالہ دے کر جہاں حضور کا اس قدر والہانہ استقبال ہوا تھا کہ دنیا نے تو پتہ نہیں کب احمدیت کا غلبہ دیکھنا ہے میں نے تو آج احمدیت کا غلبہ دیکھ لیا ہے الحمدللہ۔ اور بار بار بھرائی ہوئی آواز میں یہ بات دہراتے جاتے تھے۔ اللہ اُن کو غریقِ رحمت کرے۔ پس احمدیت کا غلبہ آئے گا اور یقیناً آئے گا۔ اس کیلئے ہمیں وہ روحانی اور علمی تیاری کرنی چاہیئے جس کی طرف ایک مرتبہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے صد سالہ جوبلی کیلئے ہمیں توجہ دلائی تھی۔ اور آج پھر ہم خلافتِ خامسہ کے بابرکت دور سے گزر رہے ہیں اور ترقیات کے دروازے خدا تعالیٰ کے فضل سے کھلتے چلے جا رہے ہیں۔ آئیں عہد کریں کہ ہم ہمیشہ خلفائے احمدیت کی باتوں کو سن کر سمعنا و اطعنا کی مثال بنیں گے اور جن جن امور کی طرف ہمیں ہمارے جان سے پیارے آقا توجہ دلا رہے ہیں اس کو اعمال کے سانچے میں ڈھالتے چلے جائیں گے اُن میں سے اول نماز باجماعت ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت ہے۔ مالی قربانی میں شمولیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق دیتا چلا جائے۔ ہم اور ہماری آئندہ آنے والی نسلیں خدمت سے وابستہ رہیں۔

خلافتِ احمدیہ زندہ باد ❖ خلافتِ احمدیہ پائندہ باد

نافلۂ موعود

ڈاکٹر مہدی علی چوہدری

اے ناصرِ دیں، فاتحِ دیں، نافلۂ موعود
تو نور کی تجسیم تھا لختِ دلِ محمودؓ

مہدیؑ کو بشارت تھی "نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ"☆
اس کی ہی تجلّی تھی تیری ذات میں مشہود

پیشانی پہ وہ زہد و عبادت کا اجالا
اللہ کا تقرّب تھا تیری منزلِ مقصود

تو امن کا شہزادہ تو محبت کا پیامبر
انوار و کمالاتِ خلافت کی رواں رُود

احمدؑ کے گلستاں کو جلانے کو جو اٹھے
ٹکرا کے ہوئے تجھ سے فنا وقت کے نمرود

دنیا کے صنم خانے میں آذان تُو حق کی
لرزاں ہوئے جس سے سبھی طاغوت کے معبود

لہرایا زمانے میں یوں توحید کا پرچم
تثلیث کی آواز جہاں سے ہوئی نابود

اللہ کا تھا احساں کہ تو رہبر تھا ہمارا
اسلام کی تاریخ کا وہ دَور تھا مسعود

☆اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّکَ (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

''دو باتیں اَور ہیں جن کے متعلق مَیں دُعا کے لئے کہنا چاہتا ہوں''

جماعت کا اپنا پریس ہو اور دُنیا کے کسی ملک میں ایک ٹرانسمٹنگ سٹیشن ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

دو باتیں اور ہیں جن کے متعلق مَیں دُعا کے لئے کہنا چاہتا ہوں۔ جلسہ سالانہ سے کچھ روز پہلے (کوئی القاء اور خواب کی صورت نہیں ویسے) بڑے زور سے میرے دل میں یہ خیال پیدا کیا گیا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ دو چیزیں ہمارے پاس اپنی ہوں۔ ایک تو ہمارے پاس ایک بہت اچھا پریس ہو اور اللہ تعالیٰ جب کوئی خیال پیدا کرتا ہے تو اس کی ساری چیز روشن ہو کر سامنے آ جاتی ہے اس لئے جب میرے دل میں خیال آیا تو اس کے ساتھ ہی میرے دماغ میں آیا کہ اس اچھے پریس کے لئے ہمیں پانچ دس لاکھ روپیہ کی ضرورت ہوگی ساتھ ہی میری طبیعت مطمئن ہوگئی کہ ٹھیک ہے گو پانچ یا دس لاکھ روپیہ ایک غریب جماعت کے لئے بڑا خرچ ہے لیکن اس طریق پر اس کا انتظام ہو جائے گا اس وقت پریس نہ ہونے کی وجہ سے ہماری توجہ ہی بہت سے کاموں کی طرف نہیں جاتی کیونکہ روکیں سامنے ہوتی ہیں اور جن کے سپرد یہ کام ہیں وہ ان کی طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکتے دوسرے جن کاموں کی طرف توجہ ہوتی ہے ان میں سے بھی بہت سے کام چھوڑنے پڑتے ہیں یا ان میں تاخیر کرنی پڑتی ہے مثلاً اس وقت قرآن کریم کا فرانسیسی ترجمہ تیار ہے ہمارا قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ تفصیلی نوٹوں کے ساتھ ایک نئی جلد میں جیسا کہ جلسہ سالانہ پر اعلان ہوا تھا تیار ہو گیا ہے اور دوستوں کے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ اس وقت فرانسیسی ترجمہ بھی تیار ہے لیکن دفتر سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے رپورٹ دی کہ بات یہ ہے کہ ہمارا خیال تھا ہم نے لاہور کے جس پریس سے انگریزی ترجمہ قرآن کریم کا طبع کروایا ہے اس پریس سے یا کسی اور اچھے پریس سے فرانسیسی ترجمہ بھی طبع کروالیں گے چنانچہ اُن سے خط وکتابت یا گفت شنید ہو رہی تھی لیکن اب انہوں نے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ہم یہ ترجمہ طبع نہیں کر سکتے مجھے خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے کسی متعصب گروہ کا ان پر دباؤ ہو اور اس سے مجھے بڑا دُکھ ہوا کہ قرآن کریم کے ترجمہ کی اشاعت میں بھی تعصب آ جاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر رحم کرے لیکن بعد میں میں نے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ بات نہیں تھی بلکہ بات یہ تھی کہ انہوں نے کہا کہ فرانسیسی زبان کے بہت سے حروف کی شکل انگریزی حروف کی شکل سے مختلف ہے اور یہ حروف تیار کر کے نہیں دے سکتے۔ اس لئے انہوں نے انکار کر دیا۔

پھر ہمارے پاس بعض اوقات مثلاً افریقہ کے کسی ملک سے مانگ آ جاتی ہے کہ ہمیں سادہ قرآن کریم (بغیر ترجمہ کے) کے بیس ہزار نسخے اگلے تین ماہ کے اندر دے دو اور کچھ عرصہ پہلے ہمیں ایک ملک سے بارہ یا پندرہ ہزار سادہ قرآن کریم کے نسخوں کا آرڈر ملا اور تحریک جدید کو انکار کرنا پڑا کہ ہمارے پاس موجود نہیں اگر ہمارا اپنا پریس ہو تو اگر اور جب کوئی آرڈر آئے وہ آرڈر تو شاید پندرہ یا بیس یا پچیس ہزار کا ہو گا مگر ایک لاکھ نسخے ہمارے پاس تیار موجود ہوں گے یا ہم اس قابل ہوں گے کہ چند دنوں کے اندر اتنے نسخے شائع کر دیں۔ غرض ہم بہت سارے کام کر سکتے ہیں اور پریس نہ ہونے کی وجہ سے ہم اِس طرف خیال نہیں کرتے ہمارے نزدیک ترجیح مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کو ہے کیونکہ صحیح ترجمہ اور صحیح تفسیری نوٹ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر مسلم دُنیا کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم سے باہر نہیں مل سکتے اِس لئے ہم ان کو ترجیح دیتے ہیں۔

پس اگر اپنا پریس ہو گا تو قرآن کریم سادہ یعنی قرآن کریم کا متن بھی

ہم شائع کرلیا کریں گے اس کی اشاعت کا بھی تو ہمیں بڑا شوق اور جنون ہے یہ بات کرتے ہوئے بھی مَیں اپنے آپ کو جذباتی محسوس کر رہا ہوں ہمارا دل تو چاہتا ہے کہ ہم دُنیا کے ہر گھر میں قرآن کریم کا متن پہنچا دیں اللہ تعالیٰ آپ ہی اس میں برکت ڈالے گا تو پھر بہتوں کو یہ خیال پیدا ہوگا کہ ہم یہ زبان سیکھیں یا اس کا ترجمہ سیکھیں پھر اَور بھی بہت سارے کام ہیں جو ہم صرف اِس وجہ سے نہیں کر سکتے کہ ہمارے پاس پریس نہیں لیکن میرے دل میں جو شوق پیدا کیا گیا ہے اور جو خواہش پیدا کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سارے پاکستان میں اس جیسا اچھا پریس کوئی نہ ہو اور پھر اس پریس کو اپنی عمارت کے لحاظ سے اور دوسری چیزوں کا خیال رکھ کر اچھا رکھا جائے۔ عمارت کو ڈسٹ پروف (DUST PROOF) بنایا جائے تاہم ایک دفعہ دُنیا میں اپنی کتب کی اشاعت کر جائیں۔

دوسرے پریس نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں کتابیں مہنگی پڑتی ہیں اگر اپنا پریس ہوگا اور اس کو بہر حال نفع کے اصول پر نہیں چلایا جائے گا بلکہ اسے ضرورت پورا کرنے کے اصول پر چلایا جائے گا تو جو کتاب مثلاً قرآن کریم کی ایک جلد اس وقت ہمیں اگر تیس روپے میں پڑتی ہے تو ممکن ہے کہ پھر وہ بیس روپے میں یا پچیس روپے میں پڑ جائے اور جتنی اس کی قیمت کم ہوگی اتنی اس کی اشاعت زیادہ ہوگی یہ اقتصادیات کا ایک اصول ہے پس دُعا کریں کہ جس ربّ نے جو علاّم الغیوب ہے دُنیا کی ضرورتوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اور ان کو پورا کرنے کے لئے میرے دل میں یہ خواہش پیدا کی ہے وہی اپنے فضل سے اس خواہش کو پورا کرنے کے سامان بھی پیدا کرے۔

دوسری خواہش جو بڑے زور سے میرے دل میں پیدا کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ایک طاقتور ٹرانسمٹنگ اسٹیشن (TRANSMITTING STATION) دُنیا کے کسی ملک میں جماعت احمدیہ کا اپنا ہو اس ٹرانسمٹنگ اسٹیشن کو بہر حال مختلف مدارج میں سے گزرنا پڑے گا لیکن جب وہ اپنے انتہاء کو پہنچے تو اس وقت جتنا طاقتور رُوس کا شارٹ ویو اسٹیشن (SH0RT WAVE STATION) ہے جو ساری دُنیا میں اشتراکیت اور کمیونزم کا پرچار کر رہا ہے اس سے زیادہ طاقتور اسٹیشن وہ ہو جو خدا کے نام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو دُنیا میں پھیلانے والا ہو اور چوبیس گھنٹے اپنا یہ کام کر رہا ہو اس کے متعلق میں نے سوچا کہ امریکہ میں تو ہم آج بھی ایک ایسا اسٹیشن قائم کر سکتے ہیں وہاں کوئی پابندی نہیں ہے جس طرح آپ ریڈیو ریسیونگ سیٹ (RADIO RECEIVING SET) کا لائسنس لیتے ہیں اسی طرح آپ براڈ کاسٹ (BROADCAST) کرنے کا لائسنس لے لیں وہ آپ کو ایک فری کوئنسی (FREQUENCY) دے دیں گے اور آپ وہاں سے براڈ کاسٹ کر سکتے ہیں لیکن امریکہ اتنا مہنگا ہے کہ ابتدائی سرمایہ بھی اس کے لئے زیادہ چاہئے اور اس پر روزمرّہ کا خرچ بھی بہت زیادہ ہوگا اور اِس وقت ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی اِس روحانی جماعت کی مالی حالت ایسی اچھی نہیں کہ ہم ایسا کر سکیں یعنی میدان تو کھلا ہے لیکن ہم وہاں نہیں پہنچ سکتے۔

دوسرے نمبر پر افریقہ کے ممالک ہیں نائیجیریا، غانا اور لائبیریا سے بعض دوست یہاں جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے تھے غانا والوں سے تو مَیں نے اس کے متعلق بات نہیں کی لیکن باقی دونوں بھائیوں سے مَیں نے بات کی تو انہوں نے آپس میں یہ بات شروع کر دی کہ ہمارے ملک میں یہ لگنا چاہئے اور وہاں اجازت مل جائے گی جس کا مطلب یہ ہے کہ گو پتہ تو کوشش کرنے کے بعد ہی لگے گا کہ کہاں اس کی اجازت ملتی ہے لیکن ان ممالک میں سے کسی نہ کسی ملک میں اس کی اجازت مل جائے گی اور چونکہ ہماری طرح یہ ملک بھی غریب ہیں اِس لئے زیادہ خرچ کی ضرورت نہیں ہوگی شروع میں میرا خیال تھا کہ صرف پروگرام بنا کرانا ؤنس کرنے والے ہی ہمیں دس پندرہ چاہئیں پہلے مرحلے میں چاہئے کہ یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کی زبانوں میں پروگرام نشر کیا جا سکے اِسی طرح عرب ممالک اور پھر ٹرکی، ایران، پاکستان اور ہندوستان سب اس کے احاطہ میں آ جائیں گے، انشاءاللہ۔

جہاں تک پیسے کا سوال ہے میرے دماغ نے اس کے متعلق اِس لئے نہیں سوچا کہ مجھے پتہ ہی نہیں کہ اس کے لئے کتنے پیسے چاہئیں لیکن جہاں تک اِس بات کا سوال ہے کہ ”کتنے پیسے چاہئیں“ کے متعلق دریافت کیا جائے تو اس کے متعلق مَیں نے انتظام کر دیا ہے۔ جلسہ پر بعض دوست بیرونی ممالک سے آئے ہوئے تھے ان میں سے ایک دوست کینیڈا سے آئے ہوئے تھے وہ

وہاں ٹیلی ویژن میں کام کرتے ہیں مَیں نے ان کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہاں جا کرفوری طور پر اس کے متعلق ضروری معلومات حاصل کریں۔

پاکستان میں اس اسٹیشن کی اجازت نہیں مل سکتی کیونکہ ہمارا قانون ایسا ہے کہ یہاں کسی پرائیویٹ ادارہ کو ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کی اجازت نہیں لیکن بعض ممالک ایسے ہیں جن میں اس پر کوئی قانونی پابندی نہیں جیسے امریکہ اور بعض ایسے ممالک ہیں جن میں گویا قانونی پابندی تو ہے لیکن اس کی اجازت آسانی اور سہولت کے ساتھ مل جاتی ہے جیسے مغربی افریقہ کے ممالک میں سے نائیجیریا، گیمبیا، غانا یا سیرالیون ہیں اُمید ہے کہ ان ممالک میں سے کسی ایک ملک میں ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کی اجازت مل جائے گی۔

اِس وقت دُنیا کے دلوں کا کیا حال ہے اس کا علم نہ تو صحیح طور پر مجھے ہے اور نہ آپ کو ہے لیکن میرے دل میں جو خواہش اور تڑپ پیدا کی گئی ہے اس سے مَیں یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ اللہ کے علم غیب میں دُنیا کے دل کی یہ کیفیت ہے کہ اگر اللہ اور اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ان کے کانوں تک پہنچایا جائے تو وہ سُنیں گے اور غور کریں گے ورنہ یہ خواہش میرے دل میں پیدا ہی نہ کی جاتی۔ دوست دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسے سامان جلدی پیدا کردے دل تو یہی چاہتا ہے کہ اسی سال کے اندر اندر یہ کام ہو جائے لیکن ہر چیز ایک وقت چاہتی ہے بہر حال جب بھی خدا چاہے یہ کام جلد سے جلد ہو جائے اور ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھیں کہ یہ کام ہو گیا ہے اور ہمارے کان چوبیس گھنٹے عربی میں اور انگریزی میں اور جرمن میں اور فرانسیسی میں اور اُردو وغیرہ وغیرہ میں اللہ اور اس کے رسول کی باتیں سُننے والے ہوں گانا وغیرہ بدمزگی پیدا نہ کر رہا ہو اور اسی طرح کی اور فضولیات بھی بیچ میں نہ ہوں ''علم'' اسلام کا ورثہ ہے کسی اور کا نہیں اس لئے علمی باتیں تو وہاں ہوں گی مثلاً (ایگری کلچر AGRICULTURE) زراعت کے متعلق ہم بولیں گے اسی طرح دوسرے علوم ہیں ان کے متعلق بھی ہم بولیں گے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ اسلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے کہ وہ تمام علوم سے خادمانہ کام لے سکے سارے علوم ہی ہمارے خادم ہیں۔ آج کا فلسفہ بھی ہمارا خادم ہے آج کی سائنس بھی ہماری خادم ہے آج کی تاریخ کے اصول بھی ہمارے خادم ہیں۔ جب یہ غلطی کریں گے تو ہم ان کا ہاتھ پکڑ لیں گے اور خادم سے یہی سلوک کیا جاتا ہے اور اس وقت وہ غلطی کر رہے ہیں اور ہمارا ہاتھ ان کی طرف نہیں بڑھ رہا حالانکہ ہمارا فرض تھا اور ہمارا حق بھی ہے کہ ہم ان کا ہاتھ پکڑ لیں اور کہیں کہ اے ہمارے خادم یہ تو کیا کر رہا ہے (یعنی اس کی تصحیح کریں) بہر حال سب علوم ہمارے خادم ہیں اور ہم ان خادموں سے بھی خدمت لیں گے اور اس طرح سب علوم کی باتیں آجائیں گی فلسفہ کی غلطیاں بھی ہم نکالیں گے (ایگریکلچر AGRICULTURE) زراعت کے متعلق بھی ہم لوگوں کو کہیں گے کہ یہ یہ کام کرو تا دُنیا میں بھی خوشحالی تمہیں نصیب ہو۔

انشاء اللہ یہ کام تو ہم کریں گے لیکن گانے اور ڈرامے اور اس قسم کی دوسری جھوٹی باتیں وہاں نہیں ہوں گی اور اس طرح ایک ریڈیو دُنیا میں ایسا ہو گا جہاں اس قسم کی کوئی لغو بات نہیں ہوگی اور شاید بعض لوگ اس ریڈیو اسٹیشن کو هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون:4) کہنا شروع کردیں۔

غرض میرے دِل میں یہ دو خواہشیں پیدا ہوئی ہیں ان کے لئے آپ بھی دُعا کریں اور مَیں بھی دُعا کر رہا ہوں۔ انسان بڑا ہی عاجز اور کمزور ہے اور ہر نئی بات جو دل میں ڈالی جاتی ہے وہ ہمارے ضعف اور عاجزی کو اَور بھی نمایاں کر کے ہمارے سامنے لے آتی ہے اور پہلے سے بھی زیادہ انسان اپنے رب کے حضور جُھک جاتا ہے اور اپنی کم مایگی کا اقرار کرتا ہے اور ہر قسم کی طاقتوں کا اُسے سرچشمہ اور منبع قرار دے کر اور اُس کی حمد وثناء کرتے ہوئے اس سے یہ بھیک مانگتا ہے کہ اے میرے رب تُو نے جو کام میرے سپرد کیا ہے اس کے کرنے کی تُو مجھے توفیق دے اور اس کے لئے اسباب مہیا کردے۔ آپ بھی دُعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ دونوں چیزیں ہمیں عطا کردے اور ان دونوں میں ساری دُنیا کے لئے بہت سی برکتوں کا سامان پیدا کردے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوہ 11 ستمبر 1970 صفحہ 2 تا 8)

مقامِ خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں

حبیب الرحمٰن زیروی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد میں سب سے چھوٹے صاحبزادے مرزا مبارک احمد صاحب بچپن میں ہی آٹھ سال کی عمر میں 16 ستمبر 1907 کو جب فوت ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اسی روز حضور کو الہاماً خبر دی

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ۔

پھر اکتوبر 1907 کو الہاماً خبر دی۔

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ یَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَکِ۔ ساقیا آمدن عید مبارک بادت۔

ترجمہ:۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں۔ وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔ اے ساقی! عید کا آنا تجھے مبارک ہو۔

(حیات ناصر جلد اوّل صفحہ 10)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خوشخبری

آپ کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو بھی بشارات دی گئیں۔ چنانچہ آپ کی پیدائش سے دو ماہ قبل 26 ستمبر 1909 کو حضرت مصلح موعود نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

’’مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا۔‘‘

(حیات ناصر جلد اوّل صفحہ 11)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا اعلان

خود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنی خلافت کے پہلے جلسہ سالانہ پر 21 دسمبر 1965 کو پیشگوئی مصلح موعود کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وجود میں پورے ہونے کا ذکر کرتے ہوئے اپنا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

’’پھر خدا نے فرمایا تھا کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ ایک ہی پیشگوئی بعض دفعہ کئی واقعات پر مشتمل ہوتی ہے۔ کئی لحاظ سے یہ پیشگوئی پہلے بھی پوری ہو چکی ہے لیکن اس کے ایک معنے یہ بھی تھے کہ جن چار لڑکوں کی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشارت دی تھی ان میں سے چوتھا لڑکا حضرت مصلح موعودؓ کے صلب سے پیدا ہوگا اور وہ بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ سو اس لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی ہے۔‘‘

(حیات ناصر جلد اول صفحہ 18)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سترہ سالہ دورِ خلافت میں نظامِ خلافت کی اہمیت اور اس کی برکات پر بڑی تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے نیز خلافت کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید و نصرت کے واقعات بیان فرماتے ہیں اور مقامِ خلافت کو احباب جماعت کے سامنے واضح فرمایا ہے۔ آپ نے استحکامِ خلافت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کی بارہا تلقین فرمائی ہے۔ اس

مضمون میں مقام خلافت کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند ارشادات پیش ہیں۔

خلیفہ خدا بناتا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔ اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے وہ اپنا خلیفہ بنا لیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جسے وہ بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور بے نفسی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے۔''

(الفضل 17 مارچ 1967ء)

تمام فیوض و برکات کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے

''یہ وقت الٰہی جماعتوں کے لئے بڑا نازک وقت ہوتا ہے گویا ایک قسم کی قیامت بپا ہے۔ ایسے وقت میں جہاں اپنے گھبرائے ہوتے ہیں وہاں اغیار برائی کی امیدیں لئے جماعت کو تک رہے ہوتے ہیں اور خواہش رکھتے ہیں کہ شاید یہ وقت اس الٰہی جماعت کے انتشار یا اس میں کسی قسم کی کمزوری پیدا کرنے یا اس کے اتحاد، اس کے اتفاق اور اس کی باہمی محبت میں رخنہ پڑنے کا ہو لیکن جو سلسلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے قائم کیا جاتا ہے وہ ایسے نازک دوروں میں اپنی موت کا پیام نہیں بلکہ اپنی زندگی کا پیام لے کر آتا ہے اور اللہ تعالیٰ قیادت کا انتقال ایک کندھے سے دوسرے کندھے کی طرف اس لئے نہیں کرتا کہ اس کا ایک بندہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا اور وہ اس کو طاقت ور جوان رکھنے پر قادر نہیں کیونکہ ہمارا پیارا مولیٰ ہر شے پر قادر ہے بلکہ اس لئے کہ وہ دنیا پر ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ہر نگاہ میری طرف ہی اٹھنی چاہئے، بندہ بڑا ہو یا چھوٹا، آخر بندہ ہی ہوتا ہے۔ تمام فیوض کا منبع اور تمام برکات کا حقیقی سرچشمہ میری ہی ذات ہے۔ یہ توحید کا سبق دلوں میں بٹھانے کے لئے وہ اپنے ایک بندے کو اپنے پاس بلا لیتا ہے اور ایک دوسرے بندہ کو جو دنیا کی نگاہوں میں انتہائی طور پر کمزور اور ذلیل اور نااہل ہوتا ہے۔ کہتا ہے کہ اٹھ اور میرا کام سنبھال۔ اپنی کمزوریوں کی طرف نہ دیکھ، اپنی کم علمی اور جہالت کو نظر انداز کر دے، ہاں میری طرف دیکھ کہ میں تمام طاقتوں کا مالک ہوں، میرے سے یہ امید رکھ، اور مجھ پر ہی توکل کر کہ تمام علوم کے سوتے مجھ سے ہی پھوٹتے ہیں۔ میں وہ ہوں جس نے تیرے آقا کو ایک ہی رات میں چالیس ہزار کے قریب عربی مصادر سکھا دیئے تھے اور میری طاقتوں میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔ میں وہ ہوں جس نے نہایت نازک حالت میں سے اسلام کو اٹھایا تھا اور جب انسان نے اپنی تلوار سے اسے مٹانا چاہا تو میں اس وار اور اسلام کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس وقت دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں موجود تھیں لیکن دنیا کی کوئی طاقت خواہ کتنی ہی بڑی تھی اسلام کو نہ مٹا سکی۔ ہمارا رب کہتا ہے کہ آج پھر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں دنیا میں اسلام کو غالب کروں گا اور اسلام دنیا پر غالب ہو کر رہے گا اور ان کمزور ہاتھوں کے ذریعہ سے غالب ہو کر رہے گا۔ ہم اپنی کمزوریوں کو کیا دیکھیں۔ ہماری نظر تو اس ہاتھ پر ہے جو ہمیں اپنے کمزور ہاتھوں کے پیچھے جنبش کرتا نظر آتا ہے۔ ہم اپنی کم طاقتی کا خیال کیوں کریں، کیونکہ ہمارا توکل تو اس ذات پر ہے کہ جس نے دنیا کی ہر چیز کو اپنے اندر سمیٹا ہوا ہے اور اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ کل شام کو اس مجلس انتخاب نے خاکسار کو منتخب کیا ہے اور خدا شاہد ہے کہ آج صبح بھی میری حالت ایسی تھی جیسے اس شخص کی ہوتی ہے کہ جس کا کوئی عزیز فوت ہو جائے تو اس کو یقین نہیں آتا کہ اس کا وہ عزیز اس سے جدا ہو چکا ہے مجھے بھی یقین نہیں آتا، میں سمجھتا ہوں کہ شائد میں خواب دیکھ رہا ہوں، یہ کیا ہو۔۔۔

جس کو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے ڈھال بنایا تھا اس ڈھال کو اس نے ہم سے لے لیا اور اس نے مجھے آگے کر دیا۔ میں بہت ہی کمزور ہوں بلکہ کچھ بھی نہیں۔ شاید مٹی کے ایک ڈھیلے میں مدافعت کی قوت مجھ سے زیادہ ہو، مجھ میں تو وہ بھی نہیں۔ لیکن جب سے ہمیں ہوش آئی ہے ہم یہی سنتے آئے ہیں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے اور یقیناً یہ سچ ہے تو پھر نہ مجھے گھبرانے کی ضرورت ہے اور نہ آپ میں سے کسی کو گھبرانے کی ضرورت ہے۔ جس نے یہ کام کرنا ہے وہ

یہ کام ضرور کرے گا۔ اور یہ کام ہو کر رہے گا لیکن کچھ ذمہ داریاں مجھ پر عائد ہوتی ہیں اور کچھ ذمہ داریاں آپ پر ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر آپ لوگوں کو گواہ ٹھہراتا ہوں اس بات پر کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھ دی ہے، جہاں تک اس نے مجھے توفیق عطا کی ہے، جہاں تک اس نے مجھے طاقت دی ہے، آپ مجھے اپنا ہمدرد پائیں گے۔ میں ہر لمحہ اور ہر لحظہ دعاؤں کے ساتھ اور اگر کوئی اور وسیلہ بھی مجھے حاصل ہو تو اس وسیلہ کے ساتھ مددگار ہوں گا اور میں اپنے رب سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ آپ کو بھی یہ توفیق دے گا کہ آپ صبح و شام اور رات اور دن اپنی دعاؤں سے اپنے اچھے مشوروں سے، اپنی ہمدردیوں سے اور اپنی کوششوں سے میری اس کام میں مدد کریں گے کہ خدا تعالیٰ کی توحید دنیا میں قائم ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا تمام دنیا میں لہرانے لگے۔ آج دنیا آپ کو بھی کمزور سمجھتی ہے اور مجھے بھی بہت کمزور سمجھتی ہے۔

ایک دن آئے گا کہ لوگ حیران ہوں گے اور وہ دیکھ لیں گے کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں کتنی بڑی طاقت تھی کہ بظاہر کمزور نظر آنے والا، مال سے محروم، وسائل سے محروم، دنیا کی عزتوں سے محروم، ہر طرف سے دھتکارا جانے والا، ذلیل کیا جانے والا اور وہ سلسلہ جس کو دنیا نے اپنے پاؤں کے نیچے مسلنا چاہا، خدا تعالیٰ کے فضل نے اسے آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے اور قرآن کریم جو کسی وقت صرف طاق کو سجاوٹ دے رہا تھا اس نے دلوں میں گھر کر لیا ہے اور پھر انسان کے دل سے علم کا بھی، نیکی اور تقویٰ کا بھی اور دنیا کی ہمدردی اور غمخواری کا بھی ایک چشمہ بہہ نکلا ہے۔ اسی طرح جس طرح ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے بوقت ضرورت پانی کا چشمہ بہہ نکلا تھا۔ دنیا انشاء اللہ یہ نظارے دیکھے گی، مگر ہم میں سے ہر ایک شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتا رہے۔''

(الفضل 3 دسمبر 1965ء حیات ناصر صفحہ 359 تا 362)

قبولیتِ دعا کا نشان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے عظیم الشان منصب پر فائز ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے قبولیت دعا کا نشان مانگا اور اپنی خلافت کے پہلے جلسہ پر جماعت کے افراد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے جان سے زیادہ عزیز بھائیو! میرا ذرّہ ذرّہ آپ پر قربان کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے جماعتی اتحاد اور جماعتی استحکام کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھانے کی توفیق عطا کی کہ آسمان کے فرشتے آپ پر ناز کرتے ہیں۔ آسمانی ارواح کے سلام کا تحفہ قبول کرو۔ تاریخ کے اوراق آپ کے نام عزت کے ساتھ یاد کریں گے اور آنے والی نسلیں آپ پر فخر کریں گی کہ آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس بندہ ضعیف اور ناکارہ کے ہاتھ پر متحد ہو کر یہ عہد کیا ہے کہ قیام توحید اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے قیام اور غلبہ اسلام کے لئے جو تحریک اور جو جدوجہد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع کی تھی اور جسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے آرام کھو کر، اپنی زندگی کے ہر سکھ کو قربان کر کے اکناف عالم تک پھیلایا ہے آپ اس جدوجہد کو تیز سے تیز تر کرتے چلے جائیں گے۔

میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور میں ہمیشہ آپ کی دعاؤں کا بھوکا ہوں۔ میں نے آپ کی تسکین قلب کے لئے، آپ کے بار کو ہلکا کرنے کے لئے، آپ کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے، اپنے رب رحیم سے قبولیت دعا کا نشان مانگا ہے اور مجھے پورا یقین اور بھروسہ ہے اس پاک ذات پر کہ وہ میری اس التجا کو رَدّ نہیں کرے گا۔''

نیز فرمایا:-

''اب میں کچھ اپنے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ میں بغیر کسی جھجھک کے اور بغیر کسی تکلف کے اپنے خدا کے حضور یہ اقرار کرتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں قرآن شریف کے متبعین کے متعلق یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ تذلل، نیستی اور انکساری کو پسند کرتے ہیں اور اپنی اصل حقیقت تذلل، مفلسی اور ناداری اور پر تقصیری کو سمجھتے ہیں۔

میں جب اپنے آپ پر غور کرتا ہوں تو اپنے آپ کو اس مقام سے بھی کہیں نیچے پاتا ہوں کیونکہ حضورؑ نے جن لوگوں کا ذکر کیا ہے ان کے کچھ کمالات بھی بیان کئے ہیں لیکن میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا اور حیران ہوں کے میں کن الفاظ میں اپنا ذکر کروں۔ میں اکثر سوچتا ہوں اور حیران ہوتا ہوں کہ جب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسا وجود اپنے خدا کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہے کہ

ع

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

تو میرے جیسا انسان کن الفاظ میں اپنے آپ کو اپنے خدا کے سامنے پیش کرے۔ لیکن میں اس تمام نیستی اور تذلل کے باوجود جو میں اپنے نفس میں پاتا ہوں اور یہ سمجھنے کے باوجود کہ میں تو محض لاشئے ہوں پھر بھی یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس مقام پر مجھے کھڑا کیا ہے اس کی حفاظت کا اس نے خود ذمہ لے رکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب تک وہ مجھے زندہ رکھنا چاہے گا اس قادر توانا کا قوی ہاتھ ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا اور میرے ہاتھ سے وہ جماعت کو جس طرف بھی لے جائے گا انشاء اللہ اس میں ضرور کامیابی ہوگی، اس لئے نہیں کہ میرے اندر کوئی خوبی ہے بلکہ اس لئے کہ اسی قادر و توانا کے ہاتھ میں سب طاقتیں ہیں اور اس کا وعدہ ہے کہ وہ مجھے کامیابی عطا فرمائے گا۔''

(خطاب جلسہ سالانہ 1965)

روحانی انقلاب کی نوید

''میں تمام جماعت کو جو کہ یہاں موجود ہے اور پوری دنیا کو کامل یقین کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس سال کے اندر دنیا میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہونے والا ہے۔ وہ دن قریب ہیں جب دنیا کے بہت سے ممالک کی اکثریت اسلام کو قبول کر چکی ہوگی اور دنیا کی سب طاقتیں اور ملک بھی اس آنے والے روحانی انقلاب کو روک نہیں سکتے۔ جب کہ وہی زبانیں جو آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دے رہی ہیں آپ ؐ پر درود بھیج رہی ہوں گی۔ یہ دن یقیناً آنے والے ہیں۔

لیکن یہ پیش خبریاں ہم پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد کرتی ہیں جنہیں بہرحال ہمیں نے پورا کرنا ہے۔ ہمیں عظیم قربانیاں دینی ہوں گی۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری حقیر دعاؤں کے نتیجہ میں واقعہ میں مومنوں کے دلوں میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے اور جماعت اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دے گی تب خدا کہے گا کہ میں اپنا کچھ کیوں بچا کر رکھوں، میں بھی اپنی سب برکتیں تمہیں دیتا ہوں اور جب ایسی حالت ہو جائے تو پھر خود سوچ لو کہ ہمارے لئے کیا کمی رہ جائے گی۔''

(خطبات جلسہ سالانہ 1965ء بحوالہ جلسہ سالانہ کی دعائیں صفحہ 3,4)

تسکین کا سامان

پھر جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ قیامت تک آنحضرت ﷺ کے اظلال نے بھی ہمیشہ اور ہر وقت موجود رہنا ہے اس لئے ان کو بھی یہ حکم ہے۔ کہ تم جس جماعت پر مقرر کئے گئے ہو۔ آنحضرت ﷺ کا ظل ہونے کی وجہ سے ان کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے رہو۔ چنانچہ اس حکم کے ماتحت رسول کریم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین مجددین اور اولیائے اُمت اپنے لئے اتنی دعائیں نہ کرتے تھے۔ جتنی دعائیں انہوں نے اُمت مسلمہ کے لئے کیں اور اب جماعت احمدیہ کے خلفاء بھی اپنے لئے اتنی دعائیں نہیں کرتے (یا نہیں کرتے رہے) جتنی دعائیں وہ احمدی بھائیوں کے لئے کرتے ہیں اور کرتے رہے ہیں اور اس امید اور یقین سے دعا کرتے اور کرتے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ان دعاؤں کے نتیجہ میں مومنوں کے دلوں میں تسکین پیدا کرے گا۔ پھر ہمارا دل خدا تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری حقیر دعاؤں کے نتیجہ میں واقعہ میں مومنوں کے دلوں میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے اور جماعت کے افراد کے سینکڑوں خطوط اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ کو ہر آن پورا کر رہا ہے۔ کبھی وہ ہماری دعاؤں کو قبول کر کے مومنوں کے دلوں میں تسکین کے سامان پیدا کرتا ہے اور کبھی وہ مومنوں کو قوت برداشت عطا کر کے ان کیلئے تسکین کے سامان مہیا کرتا ہے۔ بہرحال وہ ان کے دلوں میں تسکین کے سامان پیدا کر دیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 30 / مارچ 1966)

اینا دیواں گا کہ تو رج جاویں گا

گزشتہ رات بارہ ساڑھے بارہ بجے تک مجھے یہ توفیق ملی کہ میں دوستوں کے خطوط پڑھوں اور اس کے ساتھ ساتھ لکھنے والوں کے لئے دعا بھی کروں۔ پھر

اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق بھی عطا کی کہ میں اپنی کمزوری ناتوانی اور بے مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے طاقت مانگوں، ہمت طلب کروں اور توفیق چاہوں تا اس نے جو ذمہ داریاں مجھ پر ڈالی ہیں۔ انہیں صحیح رنگ میں اور احسن طریق پر پورا کرسکوں پھر میں نے جماعت کی ترقی اور احباب جماعت کے لئے بھی دعا کی بہت توفیق پائی صبح جب میری آنکھ کھلی تو میری زبان پر یہ فقرہ تھا کہ

اینا دیواں گا کہ تو رج جاویں گا

چونکہ گزشتہ رات کے پچھلے حصہ میں میں نے اپنے لئے بھی دعا کی تھی اور جماعت کیلئے دینی اور روحانی حسنات کے لئے، پھر خلیفہ وقت کی سیری تو اس وقت ہوسکتی ہے جب جماعت بھی سیر ہو۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ اس فقرہ میں جماعت کیلئے بھی بڑی بشارت پائی جاتی ہے۔ سو میں نے یہ فقرہ دوستوں کو بھی سنا دیا ہے تا وہ اسے سن کر خوش بھی ہوں۔ ان کے دل حمد سے بھی بھر جائیں اور انہیں یہ بھی احساس ہو جائے، کہ انہیں اس ربّ سے جو ان سے اتنا پیار کرتا ہے کتنا پیار کرنا چاہئے۔ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اس وقت میں دوستوں کی خدمت میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خلیفۂ وقت کا سرمایہ اور خزانہ وہ مال ہی نہیں ہوا کرتا جو قومی خزانہ میں موجود ہو بلکہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کے دلوں میں خلیفہ وقت کے لئے جو محبت اور اخلاص کا جذبہ اور تعاون کی روح پیدا کرتا ہے وہی خلیفۂ وقت کا خزانہ ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا دیا ہے کہ میں وہ الفاظ نہیں پاتا جن سے میں اس کا شکریہ ادا کرسکوں لیکن جہاں احباب جماعت مالی قربانیوں میں دن بدن آگے بڑھتے چلے جارہے ہیں وہاں انہیں اپنے اوقات کی قربانی کی طرف بھی زیادہ متوجہ ہونا چاہئے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 23/مارچ 1966)

تذلل، فروتنی اور عاجزی کا مقام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پھر خلافت کا مضبوط نظام قائم فرمایا اور یہ نظام اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ جماعت اپنے آپ کو خدا کی نگاہ میں اس انعام کی مستحق ثابت کرتی جائے گی)۔ ان تمام خلفاء کے حالات کا مطالعہ کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ تمام خلفاء تذلل اور فروتنی اور عاجزی کی راہوں کو اختیار کرتے چلے آئے ہیں۔ میں نے بھی خدا کے حکم کے مطابق اس کی رضا کے لئے اور تمام خلفاء راشدین کی سنت کے مطابق عجز کی راہوں کو اختیار کیا ہے۔ میں آپ میں سے آپ کی طرح کا ہی ایک انسان ہوں اور آپ میں سے ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اتنا پیار پیدا کیا ہے کہ آپ لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں کرسکتے۔ بعض دفعہ سجدہ میں میں جماعت کے لئے اور جماعت کے افراد کے لئے یوں دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! جن لوگوں نے مجھے خطوط لکھے ہیں۔ ان کی مرادیں پوری کر دے، اے خدا! جو مجھے خط لکھنا چاہتے تھے لیکن کسی سستی کی وجہ سے نہیں لکھ سکے ان کی مرادیں بھی پوری کردے اور اے خدا! جنہوں نے مجھے خط نہیں لکھا اور نہ انہیں خیال آیا ہے کہ دعا کے لئے خط لکھیں اگر انہیں کوئی تکلیف ہے۔ یا ان کی کوئی حاجت اور ضرورت ہے تو ان کی تکالیف کو بھی دور کر دے اور حاجتیں بھی پوری کر دے۔

لیکن بعض دفعہ بعض نادان فنا اور نیستی کے اس مقام کو کمزوری سمجھنے لگ جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی عاجزی کی راہ کو اختیار کیا حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد جو خلفاء اور مجدد ہوئے۔ انہوں نے بھی عجز کے اسی راستے کو اختیار کیا۔ تو بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص بڑا کمزور ہے کیونکہ یہ عاجزی اختیار کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کچھ ایسا جلوہ ظاہر ہوتا ہے وہ اپنے نفس کو بھی اور دنیا کی ساری مخلوق کو بھی مردہ سمجھتے ہیں نہ ہی اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہیں، نہ دنیا کو کچھ سمجھتے ہیں اور اس عجز کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی اعجازی قدرت کا مظہر بن جاتے ہیں گویا ایسے لوگوں کے لئے فنا اور نیستی کے مقام سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک چشمہ پھوٹتا ہے۔ اس لئے دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہیں کرسکتی انہیں ساری دنیا کے مال بھی کوئی لالچ نہیں دے سکتے۔ جب خدا کا یا اس کے دین کا معاملہ ہو تو کسی دوسرے کے سامنے ان کا سر جھکا نہیں کرتا۔ ورنہ وہ تو ایک فقیر اور مسکین کے سامنے بھی جھک رہے ہوتے ہیں۔ اور عاجزی دکھا رہے ہوتے ہیں۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کے فعل

اور قول کا اور خدا تعالیٰ کے نام اور اس کی عظمت کا دنیا اور دنیا داروں سے تصادم ہو جائے۔ تو پھر دنیا ان کے پاؤں کی خاک بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ان کا مربی اور معلم ہوتا ہے۔ آپ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھیں۔

پس یا تو ہمارا یہ عقیدہ ہی غلط ہے کہ خلیفہ وقت ساری دنیا کا استاد ہے اور اگر یہ سچ ہے اور یقیناً یہی سچ ہے تو دنیا کے عالم اور دنیا کے فلاسفر شاگرد کی حیثیت سے ہی اس کے سامنے آئیں گے۔ استاد کی حیثیت سے اس کے سامنے نہیں آئیں گے۔

تو خلیفہ وقت کا انکسار اس کی عاجزی وفروتنی، اس کا تذلل یہی اس کا مقام ہے اور وہ اس ایمان اور یقین پر قائم ہوتا ہے کہ میں لاشئی ہوں۔ کچھ بھی نہیں ہوں۔ نہ علم ہے مجھ میں نہ فراست ہے مجھ میں، نہ ہی کوئی طاقت ہے مجھ میں، اگر کچھ ہے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ وہ جتنا علم دے جتنی طاقت دے جتنی فراست دے اس کی عطا ہے اور اسی کے جلال اور عظمت کے لئے خرچ کی جاتی ہے۔ کہیں بھی اس کا اپنا وجود نظر نہیں آتا۔ مٹی کے ذرّات ہوا میں بکھر جائیں تب بھی ان کا کچھ وجود ہوتا ہے۔ لیکن ایسے شخص کا وجود اتنا بھی باقی نہیں رہتا۔

تو میں آپ کو وضاحت کے ساتھ بتانا چاہتا ہوں کہ جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ آپ کا خلیفہ بنائے گا۔ اس کے دل میں آپ کے لئے بے انتہا محبت پیدا کر دے گا اور اس کو یہ توفیق دے گا کہ وہ آپ کے لئے اتنی دعائیں کرے کہ دعا کرنے والے ماں باپ نے بھی آپ کے لئے اتنی دعائیں نہ کی ہوں گی اور اس کو یہ بھی توفیق دے گا کہ آپ کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف وہ خود برداشت کرے اور بشاشت سے کرے اور آپ پر احسان جتائے بغیر کرے کیونکہ وہ خدا کا نوکر ہے آپ کا نوکر نہیں ہے اور خدا کا نوکر خدا کی رضا کے لئے ہی کام کرتا ہے۔ کسی پر احسان رکھنے کے لئے کام نہیں کرتا لیکن اس کا یہ حال اور اس کا یہ فعل اس بات کی علامت نہیں ہے کہ اس کے اندر کوئی کمزوری ہے اور آپ اس کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ کمزور نہیں، خدا کے لئے اس کی گردن اور کمر ضرور جھکی ہوئی ہے۔ لیکن خدا کی طاقت کے بل بوتے پر وہ کام کرتا ہے۔ ایک یا دو آدمیوں کا سوال ہی نہیں میں نے بتایا ہے کہ ساری دنیا بھی مقابلہ میں آ جائے تو اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 21ر دسمبر 1966)

خلیفہ خدا بناتا ہے

جب بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی رسول یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ وفات پاتا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کی حالت وہ ہوتی ہے جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے کہ ایک گڑھا ہے جس میں آگ بھڑک رہی ہے اور وہ اس کے کنارے پر کھڑے ہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہ آگ کے گڑھے میں گر جائیں گے یا اللہ تعالیٰ کا فضل آسمان سے نازل ہوگا اور ان کو اس آگ سے بچا لے گا۔

ایسے موقع پر (چند گھڑیاں ہوں یا چند گھنٹے ہوں یا چند دن ہوں) شیطان کی ساری طاقت اس کام میں صرف ہو رہی ہوتی ہے کہ خدا کی مقرب جماعت میں فتنہ پیدا کرے اور ان کو آگ میں دھکیل دے اور خدا کی لعنت کا انہیں مورد بنائے اور خدا کے پیار سے انہیں دور لے جائے۔ پس اس وقت شیطانی طاقتیں پورا زور لگا رہی ہوتی ہیں اور ہر قسم کے فتنے جماعت میں پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہوتی ہیں بدظنی کو ہوا دے کر اور کمزور دل خوف سے بھر جاتے ہیں اور ہر تدبیر جس سے الٰہی سلسلہ میں کمزوری پیدا کی جا سکتی ہے وہ تدبیر شیطان اور اس کے ساتھی کر رہے ہوتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے ایک نہایت کمزور بندے پر نگاہ ڈالتا اور اپنے لئے اسے چنتا ہے کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے ہی وہ اپنا خلیفہ بنا لیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جس کے متعلق دنیا سمجھتی ہے کہ اسے کوئی علم حاصل نہیں، کوئی روحانیت اور بزرگی اور طہارت اور تقویٰ حاصل نہیں۔ اسے وہ بہت کمزور جانتے ہیں اور بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے۔ اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور نیستی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے اور اس کا وجود دنیا سے غائب ہو جاتا ہے اور خدا کی قدرتوں میں وہ چھپ جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے۔ اور جو اس کے مخالف ہوتے ہیں انہیں کہتا ہے کہ مجھ سے لڑو اگر تمہیں

لڑنے کی تاب ہے۔ یہ بندہ بے شک نحیف، کم علم، کمزور، کم طاقت اور تمہاری نگاہ میں طہارت اور تقویٰ سے عاری ہے لیکن اب یہ میری پناہ میں آ گیا ہے اب تمہیں بہر حال اس کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ خدا تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ انتخاب خلافت کے وقت اسی کی منشاء پوری ہوتی ہے اور بندوں کی عقلیں کوئی کام نہیں دیتیں۔

اس آیت کا آیت استخلاف کے ساتھ بھی بڑا گہرا تعلق ہے۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک اور رنگ میں اسی قسم کا مضمون بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ سورۃ النور آیت 56 میں فرماتا ہے۔

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(النور :56)

اس وقت یہاں میں ساری آیت کی تفسیر میں نہیں جاؤں گا۔ البتہ یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ میں اِعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کا مفہوم پایا جاتا ہے کہ خلافت کے قائم ہونے پر اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اِعْتِصَامُ بِحَبْلِ اللّٰهِ کیا تھا پھر اس کی آواز پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اپنے عہد کو سمجھنے لگتے ہیں اور یاد رکھتے ہیں اور اس کے مطابق خدا تعالیٰ کی تعلیم پر عمل کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اور جب ان کو خدا کا پیار مل جاتا ہے تو اگر دنیا کی ساری دولتیں اس کے عوض میں قربان ہو جائیں تب بھی وہ نہیں چاہتے کہ وہ پیار ان سے کھو جائے اور خدا ان سے ایک سیکنڈ یا لحہ کے لئے بھی ناراض ہو۔ پھر وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے جو كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا میں بیان ہوا ہے تو جس خوف کا آیت استخلاف میں ذکر ہے وہ وہی خوف ہے جس کو یہاں یوں بیان کیا کہ ایک گڑھا ہے، آگ اس میں بھڑک رہی ہے اور اس کے کنارے پر وہ کھڑے ہیں۔ اس سے زیادہ اور خوف کیا ہو سکتا ہے جبکہ وہ آگ خدا تعالیٰ کی لعنت کی آگ ہے، اس کے قہر کی آگ، اس کی ناراضگی کی آگ ہے۔

تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس وقت قوم پر ایک نہایت ہی خوف کا وقت ہوتا ہے کہ کہیں وہ اس کے گڑھے میں نہ گر جائیں۔ تب خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا ایک نظارہ دنیا کو دکھاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، وہ غنی ہے، دنیا میں سب سے بڑا متقی، دنیا میں سب سے بڑا مطہر، دنیا میں سب سے بڑا عالم، دنیا میں سب سے بڑا عاشق قرآن اور عاشق رسول ﷺ کہلانے والے کا بھی خدا محتاج نہیں ہے بلکہ یہی شخص خدا کا محتاج ہے۔

پس اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا نظارہ اس طرح دکھاتا ہے کہ کبھی وہ اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اس شخص کو چن لیتا ہے جو قوم کی نگاہ میں بوڑھا ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو بہت دفعہ طعنہ دیا گیا کہ بوڑھا آدمی ہے، سمجھ کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ بوڑھا ہے یا نہیں ہے لیکن ہے میری پناہ میں، میری گود میں، اس واسطے تم اس کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتے۔

کبھی خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا اس طرح مظاہرہ کرتا ہے کہ ایک بچے کو چن لیتا ہے۔ دنیا کہتی ہے کہ بچہ ہے، قوم تباہ ہو جائے گی، ناسمجھ ہے، کم علم ہے، کم تجربہ ہے مگر خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ بے شک بچہ ہے مگر میں تو بچہ نہیں ہوں۔ میں اپنی قدرت اس کے ذریعہ سے ظاہر کروں گا۔ تب وہ قدرت ثانیہ کا مظہر ہو جاتا ہے اور پھر وہی بچہ ان لوگوں کا منہ بند کر دیتا ہے جو اسے بچہ سمجھنے والے اور بچہ کہنے والے ہوتے ہیں۔

کبھی وہ کسی ایسے ادھیڑ عمر انسان کو چن لیتا ہے جسے دنیا اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق قطعاً نا اہل سمجھتی ہے، کم علم سمجھتی ہے، وہ سمجھتی ہے کہ یہ کام اس کے بس کا ہے ہی نہیں اور حقیقت بھی یہی ہوتی ہے کہ وہ کام اس کے بس کا نہیں ہوتا۔ لیکن کون سا کام ہے جو خدا تعالیٰ کے بس کا نہ ہو۔ پس خدا تعالیٰ اسے چنتا ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس کے نفس کو اپنی عظمت اور جلال کے جلوہ کے ساتھ کلی طور پر فنا کر دیتا ہے۔ ایسے لوگوں پر کبھی ایسی حالت بھی وارد ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیار میں کبھی وہ اس طرح بھی محو اور گم ہو جاتے ہیں کہ ان کا دل چاہتا ہے کہ وہ ساری دنیا میں منادی کر دیں کہ مجھے تم میں سے کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے اور پھر خدا تعالیٰ ان سے جو اور جس قدر کام لینا چاہتا ہے اسی

قدر ان کی مدد اور نصرت بھی کرتا چلا جاتا ہے اور اس طرح وہ دنیا پر ثابت کرتا ہے کہ خدا ہی حقیقتاً سب قدرتوں والا اور سب طاقتوں والا ہے۔
اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کام خلیفہ وقت کے سپرد کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک بڑا اہم کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اس بات کی نگرانی کریں کہ قوم ''اِعْتِصَامُ بِحَبْلِ اللّٰہِ'' کے مطابق اپنی زندگی کے دن گزار رہی ہے کہ نہیں۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ محض اپنی نعمت کے طور پر اور اپنے فضل اور برکت کے نتیجہ میں ان کے درمیان مودّت اور اُلفت پیدا کرتا اور انہیں بنیان مرصوص بنا دیتا ہے۔
اس ذمہ داری کو نباہنے کے لئے خلفاء اُمت محمدیہ نے مختلف تدابیر اختیار کیں ہمارے زمانہ میں ہمارے سلسلہ میں ایک تدبیر اس کے لئے یہ اختیار کی گئی ہے کہ مختلف نظام قائم کر دئے گئے ہیں۔ ایک جماعتی نظام ہے جو سلسلہ کے تمام بنیادی کاموں پر حاوی ہے اور ان کو کماحقہ ادا کرنے کی اس پر ذمہ داری ہے۔ ایک تحریک جدید کا نظام ہے جسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس لئے جاری کیا تھا کہ غیر ممالک میں اسلام کی اشاعت کی جائے اور توحید کا جھنڈا گاڑا جائے۔ ایک وقف جدید کی تنظیم ہے کہ جس کے سپرد اشاعت قرآن اور تربیت سلسلہ کا ایک محدود دائرہ کے اندر کچھ کام کیا گیا ہے۔
ان کے علاوہ ذیلی تنظیمیں ہیں۔ انصار اللہ ہے۔ لجنہ اماء اللہ ہے، خدام الاحمدیہ ہے، ناصرات الاحمدیہ ہے، اطفال الاحمدیہ ہے اور بعض دفعہ وقتی طور پر ہم کچھ کام کرتے ہیں یا ایسی کوئی تدبیر کرتے ہیں کہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ وقتی ہے یا مستقل شکل اختیار کر جائے گی۔ مثلاً وقف عارضی کا نظام میں نے جاری کیا ہے اس کے نتائج خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھے نکل رہے ہیں لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تحریک کیا رنگ اختیار کرے گی۔ جس رنگ میں اور جس طور پر اللہ تعالیٰ کا منشاء ہوگا اور اس کی ہدایت ہوگی اس کے مطابق ہی وہ شکل اختیار کر لے گی۔ لیکن اس وقت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔
بہرحال یہ مختلف تدابیر اور ذرائع ہیں تا جماعت کو اِعْتِصَامُ بِحَبْلِ اللّٰہ کے مقام سے ہٹنے نہ دیا جائے اور یہ تمام تنظیمیں خواہ وہ بنیادی ہوں یا ذیلی ہوں خلیفہ وقت کے اعضاء ہیں۔ اور ان میں سے کسی کو بھی کمزور نہیں کیا جا سکتا نہ عقلاً نہ شرعاً۔ عقل بھی اس کی اجازت نہیں دیتی اور شریعت بھی اس کو برداشت نہیں کرتی کہ وہ ذرائع جو خلیفہ وقت کی طرف سے جاری کئے گئے ہوں ان میں کسی کو کمزور کر دیا جائے اور ہر تنظیم میں سب سے زیادہ طاقت اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنی حدود کے اندر کام کر رہی ہو اگر آپ ایک گز کپڑا لیں اور سوا گز جگہ میں اس کو بچھانا چاہیں اور دو آدمی زور لگا کر اسے پھیلائیں تو وہ تار تار ہو جائے گا اور اپنی افادیت کھو دے گا۔

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 502 تا 506)

قیام دین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کی تعداد میں ان آیات بینات کو ظاہر فرمایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود آپ کی زندگی کا ہر لحہ اسلام کی صداقت پر ایک زندہ گواہ تھا۔ تازہ بتازہ نشان آسمان سے بارش کی طرح اتر رہے تھے اور صرف وہ آنکھ جس پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی تھی ان نشانوں کے دیکھنے سے محروم تھی۔ ذرا سی عقل رکھنے والا' سمجھ رکھنے والا' جو بے تعصب تھا وہ ان نشانوں سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ان آیاتِ بینات کا خاتمہ نہیں ہوگیا۔ بلکہ احیاءِ دین کے نتیجہ میں ایک تازگی اسلام کے اندر پیدا ہوئی اور وہ دروازہ جو بعض لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اپنے پر بند کر دیا تھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ثابت کیا کہ وہ کھلا ہے بند نہیں ہے۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے ذریعہ نشانوں کا یہ سلسلہ جاری رہا ہے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی زندگی ان لوگوں کی زندگی تھی جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اُوْتُوا الْعِلْمَ آیت مذکور میں بیان کیا ہے۔ یہی حال حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا تھا۔ سینکڑوں اور ہزاروں نشان دنیا نے آپ کے ذریعہ دیکھے اور اب بھی یہ دروازہ بند نہیں ہے ابھی چند دن کی بات ہے نماز فجر سے قبل میں استغفار میں مشغول تھا ایک خوف سا مجھ پر طاری تھا اور میں اپنے ربّ سے اس کی مغفرت کا طالب ہو رہا تھا۔ اس وقت اچانک میں نے محسوس کیا کہ ایک غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرف میں لے لیا ہے اور میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے ''قیام دین'' اور پھر ایک دھکے کے ساتھ جس نے میرے سارے جسم کو ہلا دیا میں پھر بیداری کے عالم میں آ گیا۔ اور اس کی تفہیم مجھے یہ ہوئی کہ موجودہ سلسلہ خطبات کے ذریعہ جو

پروگرام میں جماعت کے سامنے رکھنے والا ہوں اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو قائم کرے گا۔ اس کے استحکام کے سامان پیدا کرے گا انشاء اللہ۔ تو ہزاروں نشانات ہیں جن کا سلسلہ خلافتِ مسیحِ محمدی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ چونکہ خلیفہ راشد فنا کے اور نیستی کے مقام پر ہوتا ہے اس لئے عام طور پر وہ ایسی باتوں کا اظہار نہیں کیا کرتا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کے اظہار کی باتیں ہوتی ہیں۔ سوائے ایسی باتوں کے جن کا تعلق سلسلہ کے ساتھ ہو اور جن کا بتایا جانا ضروری ہو۔ بلکہ اپنے تجربہ کی بناء پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ خلفائے راشدین کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ منع کرتا رہا ہے کہ اپنے مقام قرب کا کھل کر اظہار نہ کیا کریں اور اپنے ذاتی تجربہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک فرمان اور تاریخی گواہیوں کے پیشِ نظر میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے تاریخ نے خلفاء راشدین سابقین کی صرف چند ''آیات بینات'' محفوظ کی ہیں۔ مثلاً میرے خیال میں پانچ دس سے زیادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نشانات بیان نہیں کئے۔ یعنی جو پیش خبریاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی گئیں یا جو بشارتیں آپ کو دی گئیں ان میں سے چند ایک تاریخ میں محفوظ ہیں زیادہ نہیں ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہزار ہا پیش خبریاں اور مکالمے مخاطبے ان بزرگ خلفاء راشدین سے ہوئے تھے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 21 مئی 1967)

جماعت اور خلیفہ ایک ہی وجود ہیں

ڈنمارک میں ایک پریس کانفرنس کے دوران پہلا سوال انہوں نے اسی سلسلہ سے شروع کیا اور کہنے لگے کہ جماعت احمدیہ میں آپ کا مقام کیا ہے'' میں نے انہیں کہا کہ تمہارا سوال میرے نزدیک غلط ہے کیونکہ میرے نزدیک جماعت احمدیہ اور میں ایک ہی وجود ہیں اس واسطے یہ پوچھنا کہ جماعت میں آپ کا کیا مقام ہے یہ سوال درست نہیں۔ وہ بڑے گھبرائے کہ ہمیں یہ کیا جواب مل گیا ہے اور یہ جواب اسی وقت اللہ تعالیٰ نے سکھایا تھا۔

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 877)

خدا تعالیٰ کا ادنیٰ بندہ

تو یہ سلسلہ ہے اللہ تعالیٰ کے احسان کا۔ میں وہاں مرزا ناصر احمد کی حیثیت سے تو نہیں گیا تھا، نہ کوئی میری ذاتی غرض تھی اس سفر کے اختیار کرنے کی۔ میں تو خدا تعالیٰ کے ایک ادنیٰ بندہ اور نبی اکرم ﷺ کے ایک عاجز اور کم مایہ خادم کی حیثیت سے وہاں گیا تھا، میں ان کی نمائندگی کر رہا تھا اور جب اللہ تعالیٰ مجھ پر احسان کر رہا تھا تو وہ میرزا ناصر احمد پہ نہیں تھا، میرزا ناصر احمد پر بھی اس کے بڑے احسان ہیں، وہ جماعت کے اوپر احسان تھے اور اللہ تعالیٰ آپ بتا رہا تھا کہ تم میدانِ عمل میں نکلو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ تمہیں خوف کس چیز کا ہے، آگے بڑھو اور کام کرو اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے شامل حال ہے۔

(خطبات ناصر جلد اول صفحہ 878)

حقیقی عزت

سوال یہ ہے کہ اگر تم خلافت کے مقابلے میں کوئی بات کہتے ہو تو دنیا تمہیں آسمانوں کی عزتیں بھی عطا کر دے تو تب بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ خدا کی نگاہ میں تم فاسق بن گئے۔ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ میں شامل ہو گئے ہو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 28 رجون 1968)

مجلس مشاورت

تو بعض دفعہ مقامی جماعت کو علم ہی نہیں ہوتا کہ یہ شخص کس قسم کا ہے اور بڑی دیانتداری کے ساتھ عدم علم کی وجہ سے ایک ایسے شخص کو جو منافق ہوتا ہے حقیقتاً اپنا کوئی عہدیدار منتخب کر لیتے ہیں پریذیڈنٹ یا امیر بنا دیتے ہیں، یا مجلس شوریٰ کا نمائندہ بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ یہ مشورے ہیں خلیفہ وقت کو جس کو کہنے والوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں (کہنے والے نے اتباع نہیں کی بلکہ خلیفہ وقت کا چونکہ وہ نیابت کا مقام ہوتا ہے) جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دیا تھا کہ ھُوَ اُذُنٌ تو خلیفہ وقت کو بھی بعض لوگ

کہتے رہتے ہیں کہ هُـــوَاُذُنٌ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ ہے تو یہ کان آئیں گی اس کے پاس خبریں ہر مخلص مومن جب سمجھے گا کہ کوئی ضروری بات نبی کو یا اس کی نیابت میں جو خلیفہ ہو خلیفہ وقت کو پہنچانی چاہئے وہ اس کو ضرور پہنچائے گا لیکن خلیفہ وقت ان تمام باتوں کو سننے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچے گا جو فیصلہ کرے گا وہ تمہاری بھلائی کا ہوگا تو جو علم اس قسم کے افراد کے متعلق خلیفہ وقت کو ہوتا ہے وہ بعض دفعہ مقامی جماعت کو بھی نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ ایک جماعت نے بہت بھاری اکثریت میں ایک شخص کو اپنا امیر منتخب کر کے یہاں بھیج دیا جب حضرت صاحب کی خدمت میں اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ یہ مشورہ یہ انتخاب جماعت کا نامنظور ہے کیونکہ یہ شخص جو ہے اس کے اندر ایمانی کمزوری پائی جاتی ہے اس قابل نہیں کہ اس کو امیر بنایا جائے چند ماہ کے بعد ہی وہ شخص بہائی بن گیا اور جماعت کو پتہ ہی نہیں تھا کہ اس کے اندر کون سا کیڑا لگ چکا ہے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ تھا تو جو علم خلیفہ وقت کو حاصل ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہوسکتا بعض دفعہ پوری جماعت کو بھی نہیں ہوتا۔

فِی الْاَمْرِ مشورہ جن سے کرنا ہے وہ بھی خلیفہ وقت کو اختیار دیا گیا ہے اور جن معاملات میں کرنا ہے وہ بھی خلیفہ وقت نے کرنا ہے کہ الامر سے کیا مراد ہے اور وہ جو پہلے میں نے آیت پڑھی تھی اس کے اس ٹکڑہ سے یہ بھی استدلال ہوتا ہے وہاں دراصل دو استدلال ہوتے ہیں ایک یہ کہ ہم سے مشورہ نہیں لیا جاتا هَلْ لَّنَـا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ کہ جن امور کے متعلق مشورہ لیتا ہے۔ نبی یا خلیفہ وقت اس کی نیابت میں اس کا فیصلہ ہم سے پوچھ کر نہیں کیا جاتا بلکہ خود کر دیا جاتا ہے کہ الْاَمْر کیا ہے؟

جب تک خلفاء نبی کے بعد اس کی نیابت میں اسلام کے کاموں کے ذمہ دار ٹھہرائے جاتے ہیں وہ ان باتوں کے متعلق کسی سے بھی مشورہ نہیں کرتے ہاں جب کوئی الجھن پیدا ہو جائے تو وہ اپنے ربّ کے حضور جھکتے اور اس سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور وہ ہمارا پیارا ربّ ایسے اوقات میں راہنمائی کرتا ہے اور ہدایت کے رستوں کی نشان دہی کرتا ہے تو فِی الْاَمْرِ کا فیصلہ کرنا کہ وہ کون سے اہم امور ہیں کہ جن کے متعلق مشورہ لینا ہے یہ بھی خلیفہ وقت کا کام ہے اس واسطے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم جو کہتے ہیں ان امور پر مشاورت میں بات ہونی چاہئے مشاورت کے سامنے وہی امر جائے گا جس کی اجازت خلیفہ وقت دے گا اور جس کے متعلق وہ سمجھے گا کہ مجھے جماعت کے اہل الرائے احباب سے مشورہ لینا چاہئے۔

ہر وقت دعا کرتے ہوئے اللہ سے اللہ کا نور حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک نورانی فضا پیدا کر کے خلیفہ وقت کے سامنے اپنے مشوروں کو رکھیں اور جب کوئی فیصلہ سنا دیا جائے کسی مشورہ کے بعد تو اس پختہ ارادہ کے ساتھ وہاں سے اُٹھیں کہ ہم اپنی پوری طاقت اور پوری توجہ سے اس فیصلہ کی تعمیل ان لوگوں سے کروائیں گے جن کا تعلق اس سے ہو۔

اس طرح جب خلیفہ وقت جماعت کو یا بعض افرادِ جماعت کو اس لئے بلائے، صدر انجمن احمدیہ کے قواعد کے مطابق کہ اکٹھے ہو اور مشورہ دو کہ تمہاری نمائندگی کون کرے تو کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس مجلس سے اس لئے اُٹھ کر چلا جائے کہ وہاں کوئی ایسی بات ہوئی ہو جو اس کی طبیعت پر گراں گزری ہو یہ اطاعت سے نکلنا ہے ہمیشہ اس سے بچنا چاہئے اور اگر اس قسم کا قصور ہو جائے تو بڑی استغفار کرنی چاہئے یہ کوئی دنیوی کھیل یا تماشہ یا دنیوی سیاست نہیں ہے ہم سب ساری دنیا کو ناراض کر کے اپنے ربّ کے قدموں پر جھک گئے ہیں اس لئے کہ وہ ہمارا مولیٰ ہم سے خوش ہو جائے اور اس کی رضا کو ہم پالیں اگر اس کے بعد بھی ہم اس کی طرف پیٹھ پھیر لیں دنیا کی طرف اپنا منہ کر لیں تو ہم سے زیادہ کوئی بدبخت نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیں اپنی رضا کی جنت ہی میں رکھے اور شیطان کا کوئی وار ہم پر کارگر ثابت نہ ہو۔

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 105 تا 109)

خلافت بطور جُنَّة

بہر حال ہم اس پناہ کے نیچے تھے اب اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے لئے بطور پناہ کے مقرر کیا ہے اور اس میں میری کوئی خوبی نہیں جب اس نے کہا کہ میں تجھے جُنَّة بناتا ہوں جماعت کے لئے تو ساتھ یہ بھی واضح کیا کہ جُنَّة بننے کے لئے جس قسم کی طاقتیں تجھے چاہئیں ہوں وہ میری طرف سے عطا کی جائیں گی کیونکہ خدا تعالیٰ کے کام ان کمزور انسانوں کی طرح نہیں ہوتے یا ان پاگلوں کی طرح جو بعض دفعہ کہہ دیتے ہیں کہ ”جا، اساں تینوں بادشاہ بنایا“ ان میں نہ

کوئی بات ہوتی ہے اور نہ کوئی بادشاہ بنانے کی طاقت ہوتی ہے اس شخص میں نہ بادشاہ بنا سکتا ہے نہ کچھ دے سکتا ہے لیکن جب ہمارا ربّ کسی کو کسی مقام پر کھڑا کرتا ہے تو وہ تمام چیزیں اسے دیتا ہے جو اس مقام کو چاہئیں ہوں۔ تو آج بطور جُنّۃ کے بطور ڈھال کے میرا یہ فرض ہے کہ میں آپ کو شیطانی وساوس سے بچاؤں۔

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 136)

نظام خلافت کی حفاظت

ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے جماعت مومنین روحانی مقامات بلند سے بلند حاصل کرتی چلی جاتی ہے تو ایمان کا ایک اور تقاضا خلافت کو قائم کریں گے خلافت کو قائم رکھیں گے ایک مختصر سا فقرہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرے بچے جو اس وقت سامنے بیٹھے ہیں ان کی کثرت اس کی روح کو سمجھ نہیں سکتی جب تک کہ ان کے سامنے کھول کر اور بار بار اسے بیان نہ کیا جائے ایک تو نظام خلافت کی حفاظت کے یہ معنی ہیں کہ ہم اپنی ارواح کی حفاظت کریں گے کیونکہ قرآن کریم میں جو خلافت کا وعدہ دیا گیا ہے وہ یہ نہیں کہ تم جو مرضی ہے بن جانا میں خلافت کا سلسلہ قائم رکھوں گا بلکہ وعدہ یہ دیا گیا ہے اس کے برعکس وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (النور:56) کہ ایمان کے تقاضوں کو جب تک پورا کرتے رہو گے اور اپنے عمل سے یہ ثابت کرو گے کہ واقعی تم ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہو میں اس وقت تک تم میں خلافت کا سلسلہ قائم رکھوں گا۔

(خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 282)

دین کی تمکنت

آپ ؐ کی نیابت میں خلفاء وقت کام کرتے ہیں خلافت کے متعلق امت کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ دین کی تمکنت اور خوف کے دور ہونے اور اطمینان اور سکون کے پیدا ہونے کے حالات پیدا کئے جائیں گے بظاہر خلیفہ وقت کی دعائیں بھی اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور بڑے معجزانہ رنگ میں قبول کرتا ہے لیکن جب یہ عاجز بندے اللہ تعالیٰ کے سلوک پر گہری نگاہ ڈالتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں پر نظر ڈالتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے معجزانہ سلوک دیکھتے ہیں تب انہیں یہ نکتہ سمجھ آتا ہے کہ صرف ان کی دعا قبول نہیں ہوئی بلکہ ساری جماعت کی دعا قبول ہوئی (اور ساری جماعت کی دعا قبول نہیں ہوئی بلکہ حقیقتاً محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی دعا قبول ہوئی) مثلاً چند سال ہوئے ایک بڑا حادثہ گزرا تھا یعنی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تھا اس وقت ساری دنیا کے احمدیوں نے سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں جو خط مجھے لکھے ان سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر ایک کے سینہ میں ایک ہی دل دھڑک رہا ہے ان میں سے ہر ایک اس دعا میں مشغول تھا کہ اے ہمارے پیارے ربّ! تو جماعت کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھ ان میں سے کسی فرد کو کوئی ٹھوکر نہ لگے اور امن کے ساتھ اور بشاشت کے ساتھ یہ قافلہ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے ایک بے چینی، بے کلی اور گھبراہٹ کی حالت تھی جو سب پر طاری تھی سب کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں اور وہ سب ان دعاؤں میں مشغول تھے پھر جب امن پیدا ہوا اور جماعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے سکون کے حالات میں ایک نیا دور شروع کر دیا تو اس وقت اگر کوئی کھڑا ہو کر یہ کہے کہ خدا نے میری دعا قبول کی باقیوں کی نہیں کی تو ہم کہیں گے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے وہ پاگل ہو گیا ہے وہ حقیقت کو نہیں سمجھتا اسی طرح باقی دعائیں ہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ یکم اکتوبر 1968)

قبولیت دعا

پس جس وقت خلیفہ وقت کی دعا قبول ہوتی ہے تو وہ اپنے عاجزی کے مقام کو بھولتا نہیں اور اس کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوتا کہ میں کوئی ایسی بڑی ہستی ہوں کہ میرا رب بھی میری دعائیں قبول کرنے پر مجبور ہو گیا ہے بلکہ وہ تو نہایت عاجزی کے جذبات کے ساتھ اپنے رب کے حضور یہ کہتے ہوئے جھکتا ہے کہ اے میرے رب! میں بڑا گناہ گار ہوں، میں بہت بے بس ہوں، میں بہت عاجز ہوں، میرے اندر کوئی خوبی نہیں تو نے خود ہی کسی مصلحت کی بناء پر مجھے ایک طرف یہ مقام نیابت عطا کر دیا ہے اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں اس نظام خلافت کی وجہ سے جماعت کو یک جان کر دیا ہے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود کا ہی ایک حصہ بن گئی ہے اور آپ ؐ کی

دعاؤں اور اُمت محمدیہ میں سے پہلوں اور پچھلوں کی دعاؤں کے نتیجہ میں تو ہماری دعاؤں کو قبول کرتا ہے پس تو ایسا کر کہ ہمیشہ ہمارے دلوں کی عاجزانہ حالت باقی رہے، تکبر اور ریاء ہم میں نہ آنے پائے اور اگر کوئی سر غرور سے اٹھے تو اس سر کو بھی (تیرا غضب نہیں بلکہ) تیرا رحم جوش میں آ کر نیچا کر دے اور جھکا دے تا کہ اس کے دل میں تیرے فضل سے عاجزی اور انکسار کے جذبات پیدا ہو جائیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ یکم اکتوبر 1968)

عظیم الشان انقلاب کی خوشخبری

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کی خبر ان الفاظ میں دی فرمایا:

''میرے دل میں بڑی شدت سے یہ بات ڈالی گئی ہے کہ آئندہ 23-25 سال احمدیت کے لئے بڑے ہی اہم ہیں۔کل کا اخبار آپ نے دیکھا ہوگا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 1945ء میں کہا تھا کہ اگلے بیس سال احمدیت کی پیدائش کے ہیں اس واسطے چوکس اور بیدار رہو۔ بعض غفلتوں کے نتیجہ میں پیدائش کے وقت بچہ وفات پا جاتا ہے۔ میں خوش ہوں اور آپ کو بھی یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ وہ بچہ 1965ء میں بخیر وعافیت زندہ پیدا ہو گیا جیسا کہ آپ نے کہا تھا۔ میرے دل میں یہ ڈالا گیا ہے کہ وہ بچہ خیریت کے ساتھ، پوری صحت کے ساتھ اور پوری توانائی کے ساتھ 1965ء میں پیدا ہو چکا ہے۔ اب 1965ء سے ایک دوسرا دور شروع ہو گیا اور یہ دور خوشیوں کے ساتھ، بشاشت کے ساتھ، قربانیاں دیتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جانے کا ہے۔ اگلے 23 سال کے اندر اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اس دنیا میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہونے والا ہے۔ یا دنیا ہلاک ہو جائے گی یا اپنے خدا کو پہچان لے گی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ میرا کام دنیا کو انذار کرنا ہے اور میں کرتا چلا آ رہا ہوں۔ آپ کا کام انذار کرنا اور میرے ساتھ مل کر دعائیں کرنا ہے تا یہ دنیا اپنے رب کو پہچان لے اور تباہی سے محفوظ ہو جائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 رجون 1970ء مطبوعہ الفضل 15 جولائی 1970ء صفحہ 11)

خلافت ایک نعمت عظمیٰ

تیسری نعمت عظمیٰ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت ہم احمدیوں کو حاصل ہے وہ خلافت راشدہ کا قیام ہے چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اس لئے اس کے متعلق میں مختصراً کچھ کہوں گا چند بنیادی باتیں بتا دیتا ہوں ان کی بھی آپ کو قدر کرنی چاہئے ایک ہے خلافت اور ایک ہے خلیفہ ان دونوں میں فرق ہے۔ خلافت نظام ہے اور خلیفہ جتنی بھی اللہ تعالیٰ اس کو زندگی دے وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء سے منتخب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو مسندِ خلافت پر بٹھاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصطلاح میں خلافت قدرت ثانیہ کی مظہر ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قدرت کا وہ جلوہ جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مجسم قدرت قرار دیا ہے ہمیں آپ کے وجود میں اور آپ کے مشن میں نظر آتا ہے یعنی قدرت کا یہ جلوہ قدرت ثانیہ میں بھی نظر آتا ہے۔ خلافت کے اندر اس عظیم قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب طریق اختیار کیا ہوا ہے (البتہ یہ عجیب ہماری نگاہ میں ہے اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی مشیّت تو ہمارے تصور سے بالا ہے) اور وہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کو جو بالکل کم مایہ اور ناچیز اور جو کچھ بھی نہیں ہوتا اور اپنے آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھتا اس کو مسندِ خلافت پر بٹھا دیتا ہے اور اس کمزور اور کم مایہ وجود کے ذریعہ سے دراصل وہ اپنی قدرتوں کا نشان دکھانا چاہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی ایسے آدمی کو چنے جس کے متعلق دنیا پہلے ہی سمجھے کہ وہ آسمانوں پر پہنچا ہوا ہے تو پھر اس طرح تو اس قدرت ثانیہ کے جلوؤں میں بہت اشتباہ پیدا ہو جائے۔

ہماری جماعت میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ مقرر ہوئے تو اس وقت کے جو کرتا دھرتا لوگ تھے اور جن کا دل کرتا تھا کہ سب کچھ صدر انجمن کو مل جائے اور ہر چیز ہمارے کنٹرول میں اور ہمارے ہاتھ میں آ جائے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ سمجھے کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب جو ہمارے نہایت ہی پیارے خلیفہ اوّل ہیں ان کو منتخب کر کے خلیفہ بنا لیا جائے اور بتانے والوں نے بتایا ہے اور تاریخ نے اس کو ریکارڈ کیا ہے کہ آپس میں جب باتیں کرتے تھے تو کہتے تھے کہ بڈھا ہے دو چار سال میں ختم ہو جائے گا

اور پھر ہر چیز ہمارے پاس آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ یہ بظاہر عقل و ہنر رکھنے والے تھے ماہر و تجربہ کار تھے جن کے ہاتھ میں سارا اقتدار تھا مگر ان کی نگاہ میں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے عالم دین یا بزرگ کی شکل میں نہیں آتے تھے بلکہ وہ انہیں ایک ایسے بڈھے کی شکل میں دیکھتے تھے جس پر عنقریب دورِ فنا آنے والا ہوتا ہے مگر وہ عظیم شخص جس پر بظاہر بڑھاپے کا عالم بھی طاری تھا جسے بڑھاپے کی کمزوریاں بھی لاحق تھیں اور جس کے متعلق یہ سمجھا گیا تھا کہ ہم جو چاہیں گے اس سے منوالیں گے۔ جب مسندِ خلافت پر متمکن ہوا تو ان کی ایک غلطی پر اس نے ان کو وہ جھاڑ پلائی کہ ساروں کی چیخیں نکل گئیں اور آنسو تھے کہ تھمتے نہیں تھے اس وقت وہ جلال کا جلوہ جو دنیائے احمدیت نے دیکھا اور تاریخ احمدیت نے جسے محفوظ رکھا وہ اس بوڑھے کی طاقت کا جلوہ نہیں تھا بلکہ خدا تعالیٰ کے اس وعدے کا جلوہ تھا کہ میں جس کو بھی اس منصب پر فائز کروں گا میرے جلال اور جمال کو تم اس کے وجود میں مشاہدہ کرو گے۔ اس کا اپنا کوئی وجود نہیں ہوگا۔

پھر ایک زمانہ گزرا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ نے بہت ہی عظیم کام لئے ہیں جو ہماری Younger Generation (ینگر جنریشن) یعنی نوجوان نسل ہے ان کو تو وہ زمانہ یاد نہیں کیونکہ ان کی پیدائش سے بھی پہلے کی بات ہے جس وقت آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو اپنے آپ کو بڑا کرتا دھرتا سمجھنے والے جماعت سے نکل گئے لیکن اعتراض یہی کرتے رہے اور پروپیگنڈا بھی اسی بات کا کرتے رہے کہ دیکھو جی ایک بچے کو چن لیا گیا ہے اس کو نہ عقل ہے نہ شعور بھلا یہ جماعت احمدیہ کا کام کیسے سنبھال سکے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اِس بچے کو وہ سمجھ اور فراست عطا کی کہ دنیا کے بڑے بڑے دماغ اس کے سامنے جھک گئے مثلاً محترم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اعلیٰ دماغ دیا ہے لیکن دنیوی لحاظ سے یہ اعلیٰ اور عظیم دماغ اس ناتجربہ کار وجود کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوا اس لئے کہ خدا نے یہ کہا تھا کہ تم میری قدرت ثانیہ کا جلال اور جمال خلفاء میں دیکھو گے وہ قدرت ثانیہ کے رنگ میں تمہارے پاس آئیں گے چنانچہ بڑے بڑے عالم اور فاضل لوگ آپ کے پاس آئے ان سے باتیں ہوئیں ان میں عیسائی بھی تھے اور دہریئے بھی لیکن سب کو آپ کے علم و فضل کے سامنے جھکنا پڑا انہوں نے کہا تھا کہ یہ ناتجربہ کار ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ناتجربہ کار ہے مگر جو اس کے ساتھ لگے ہیں وہ ایک سے ہزار ہو جائیں گے اور تم جو اپنے آپ کو بڑا تجربہ کار سمجھتے ہو جو تمہارے ساتھ لگے ہیں وہ ہزار سے ایک ہو جائیں گے پس تجربہ کوئی چیز نہیں یہ بات تو صرف اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس کا علم ہر چیز پر محیط ہے وہ لوگ تجربے کے گھمنڈ میں تھے اور خدا تعالیٰ کا یہ عاجز بندہ خدائے علام الغیوب کے علم کامل کے سہارے پر کام کر رہا ہے۔ اب دیکھو کہ تجربہ کاری کا کیا نتیجہ نکلا اور خدائے تعالیٰ کی نصرت سے کیا نتیجہ نکلا۔

پھر خلافت ثالثہ کا وقت آیا اس وقت ہماری جماعت میں بڑے عالم بڑے بزرگ بڑے ولی موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے انتخاب کی نظر مجھ عاجز کم مایہ پر پڑی اس نے اپنے قادرانہ تصرف کی انگلیوں میں مجھے لیا اور مسندِ خلافت پر بٹھا دیا۔ میں اپنی ذات میں جو ہوں وہ میں ہی جانتا ہوں آپ نہیں جانتے۔ آپ اگر میری اس کم مائیگی کا تخیل بھی کریں تو تصور میں بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے جہاں تک مجھے اپنی اس عاجزی کا علم ہے میں تو بالکل ہی ایک کم مایہ انسان ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے پیار اور اس کے فضل کی جھلک دیکھتا ہوں۔ اس کے یہ بے شمار نشانات بارش کے قطروں کی طرح نازل ہوتے ہیں مگر جتنا اللہ تعالیٰ زیادہ پیار کرتا ہے جتنی وہ زیادہ نعمتیں نازل کرتا ہے اتنا ہی میرا سر اور زیادہ اس کے حضور جھک جاتا ہے ایک دفعہ مجھے اسی کیفیت میں یہ خیال آیا کہ انسان زمین پر اپنی پیشانی رکھ کر سجدہ کیوں کرتا ہے تو مجھے میرے ذہن نے یہ جواب دیا کہ انسان زمین پر اپنی پیشانی رکھ کر اپنی عاجزی کا اظہار اس لئے کرتا ہے کہ زمین سے بھی نیچی چیز اسے کوئی اور میسر نہیں آ رہی ہوتی ورنہ وہ اور زیادہ جھک جائے۔

پس خلافت ایک نعمت ہے اگر آپ اس کی قدر کریں گے اگر آپ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں گے تو اس میں آپ کی اپنی دین و دنیا کی بھلائی ہے اور اگر آپ اس کی قدر نہیں کریں گے اور آپ اس سے فائدہ نہیں اُٹھائیں گے تو میرا کوئی نقصان نہیں ہے اس واسطے کہ خلیفہ وقت کو اپنی ہر قسم کی عاجزی اور کم مائیگی کے باوجود خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک غنا کا مقام بھی حاصل ہوتا ہے اور اس وجہ سے حاصل ہوتا ہے کہ اس کی ہر طاقت اور اس کی ہر کوشش کا سہارا اور تکیہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی قوت اور

اس کی طاقت یعنی اس کی نہایت اعلیٰ صفات اس کا تکیہ اور سہارا نہ ہوں تو ایک لحظہ کے لئے بھی کسی خلیفہ وقت کا زندہ رہنا ہی ممکن نہ ہو۔ جس وقت اس کی ذمہ داریوں کا ہجوم اس پر یلغار کرتا ہے یا جس وقت طعن کرنے والی زبانیں اس پر حملہ آور ہو رہی ہوتی ہیں تو اس وقت وہ اپنے ربّ کی طرف بھاگتا ہے اور اپنے ربّ میں گم ہو کر مخالف طاقتوں کی طرف منہ کرتا اور مسکراتا ہے اور اس کے لب پر یہ ہوتا ہے ؏

نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

اس کو کوئی فکر نہیں ہوتی اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد جگہ فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ایسے بندے منافقوں، سست اعتقادوں اور متکبروں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور ان کو ایک مردہ کیڑے کی طرح سمجھتے ہیں اور خدا کی قسم آپ نے جو بھی فرمایا ہے بالکل سچ فرمایا ہے۔ جس شخص نے علیٰ وجہ البصیرت یہ سمجھ لیا ہے کہ میرے اندر کوئی طاقت نہیں کوئی ہنر نہیں اور جس نے علیٰ وجہ البصیرت یہ یقین حاصل کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مسندِ خلافت پر اس وعدہ سے بٹھایا ہے کہ میں تیری قوت بنوں گا، میں تیرا معاون بنوں گا، میں تیرا مدبر بنوں گا اور میں تیری تدبیروں کو ان کے کامیاب نتائج تک پہنچاؤں گا۔ اس کو کس بات کی فکر ہے لیکن اس کو کس بات کا فخر اور غرور اسی واسطے ہم عاجز بندے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں خدا تعالیٰ کی ہر نعمت کو پا کر اور اس کے فضلوں کا ہر آن مشاہدہ کرنے کے بعد صرف ایک ہی نعرہ لگاتے ہیں کہ ''لَافَخْرَ'' کہ ہم میں کوئی خوبی نہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 25؍جولائی 1971)

توکل علی اللہ

پس یہ سمجھنا کہ خلیفۂ وقت اللہ کے سوا کسی اور کے خوف سے دب جائے گا اس سے بڑھ کر کوئی حماقت نہیں جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میرے جسم کے اعضاء بھی سوائے خدا کے اور کسی سے نہیں ڈرتے وہ اپنے متعلق یہ کیسے سمجھ سکتا ہے یا سوچ سکتا ہے کہ کبھی وہ کوئی کمزوری اس سلسلہ میں دکھا سکتا ہے جس نے غیر اللہ سے ایک دمڑی کے ہزارویں حصہ کی بھی کوئی چیز نہ لی ہو اور جس نے ہر چیز صرف اپنے مولیٰ سے حاصل کی ہو اور مولیٰ کی عنایتیں اس پر اتنی ہوں کہ انسانی دماغ ان کا احاطہ نہ کر سکے وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ ہی کس طرح ہو سکتا ہے جو ایسا خیال کرتا ہے اس سے زیادہ بیوقوف اور نادان اور جاہل اور کم علم کوئی ہو ہی نہیں سکتا یہ مختلف صفات جو میں نے بیان کی ہیں یہ مختلف گروہوں کی وجہ سے ہیں کہ بعض لوگ نفاق کی وجہ سے، بعض عدم علم کی وجہ سے اور بعض جہالت کی وجہ سے اس قسم کا خیال کرتے ہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 11؍ستمبر 1970)

اُذُنٌ خَيْرٌ

پس یہ چیزیں جماعت پہنچانے والی ہے دوست ذرا ذرا سی بات پہنچا دیتے ہیں کوئی چیز چھپی نہیں رہتی نہ رہنی چاہئے ورنہ خلیفہ اور نائب اُذُنٌ خَيْرٌ نہیں رہتا۔

غرض نیابت نبوت میں خلافت بھی کان ہے اور اس تک آوازیں پہنچتی رہتی ہیں کوئی چیز چھپائی نہیں جا سکتی اور آخری ذمہ داری اس پر ہے اور اپنے رب سے ہر وقت سب سے زیادہ خوف کھانے والا میں سمجھتا ہوں وہی ہے کیونکہ ساری ذمہ داری جو اس پر ڈال دی بڑے استغفار اور توبہ اور دعاؤں کے ساتھ زندگی کے دن گزارنے پڑتے ہیں اور سوائے خدا تعالیٰ کے خوف کے کسی کا خوف نہیں ہوتا اور سوائے خدا کی خوشنودی کے کسی اور جہت سے رضا کے حصول کی کوئی تمنا نہیں ہوتی اس واسطے اگر گرفت ہوگی تو بڑی سخت گرفت ہوگی صرف خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے ہوگی لیکن خدا کرے کہ ہماری آئندہ نسلوں کی جو ذمہ داری بعض احباب پر ڈالی گئی ہے وہ اس ذمہ داری کو سمجھیں اور تعلیمی اور تربیتی اور اخلاقی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے حضور وہ سرخرو ہوں اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو وہ حاصل کریں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 19 مارچ 1970)

دعاؤں کے ذریعہ مدد

پس محبت اور پیار سے اپنے دن گزاریں اور صدقہ اور دعاؤں کے ساتھ میری مدد کریں جو کام میرے سپرد ہے اور جس کی آخری ذمہ داری ان کمزور کندھوں

پر رکھی گئی ہے وہ صرف میرا کام نہیں بلکہ ساری جماعت کا کام ہے خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہی بڑی سخت ہے غرض خلافت کے قیام کے ساتھ جماعت کی ذمہ داریاں کم نہیں ہوجایا کرتیں بلکہ اور بھی بڑھ جاتی ہیں کیونکہ جب خلافت نہ رہی عوام کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے رب! اگر ہمیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء میں سے کوئی ہدایت کی طرف بلانے والا ہوتا اور اگر ہمیں پیار اور غصہ کے ساتھ ان حدود کے اندر رکھنے والا کوئی ہوتا جن حدود کو تو نے قائم کیا تو نہ ہم بھٹکتے اور نہ شیطان کی یلغار ہم پر کامیاب ہوتی لیکن جب خلافت قائم ہو اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل اور اس کی بے شمار رحمتیں جماعت پر نازل ہو رہی ہوں، راہیں روشن ہوں اور اندھیرے بھاگ رہے ہوں اس وقت نور سے نفرت اور ظلمت سے وہی پیار کرے گا جس کا دل شیطان کے قبضہ میں ہو پھر وہ اس گروہ میں سے نہیں ہوگا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ "عِبَادِیْ" اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ شیطان ان پر غالب نہیں آسکتا، پس اللہ تعالیٰ اپنے ایک سچے اور مخلص اور حقیقی بندے کو جس شکل اور روپ میں دیکھنا چاہتا ہے وہی شکل اور روپ اور اسی نور کی جھلک دعاؤں کے ساتھ اور تدبیروں کے ساتھ مجاہدہ کے ساتھ اور قربانیوں کے ساتھ اور عاجزانہ راہوں کو اختیار کر کے اپنے رب سے طلب کریں اور پائیں خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 9/اپریل 1970)

درخشندہ مستقبل کی ضامن خلافت یعنی قدرت ثانیہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال سے اس روشنی نے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی تھی چمکنا بند نہیں کر دیا حضور کا تو وصال ہو گیا لیکن وہ روشنی اپنی جگہ پر قائم ہے اور روحوں کو باقاعدہ اور مسلسل منور کر رہی ہے اور مردوں اور عورتوں کی ان کی حقیقی منزل کی طرف راہنمائی کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو روشنی اور بصارت کے بغیر نہیں چھوڑ دیا روشنی چمک رہی ہے اور اس کی شعاعیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء کے ذریعہ اکناف عالم میں پہنچ رہی ہیں ان خلفاء کو چھوڑ کر نہ کہیں روشنی ہے نہ حقیقی راہنمائی۔

درحقیقت خلیفہ کسی دنیاوی انجمن کا سربراہ نہیں ہوتا اس کا انتخاب خدا خود کرتا ہے اور وہ خدا کے ہاتھ میں ایک آلہ کی طرح ہوتا ہے اسکے ذریعہ آسمانی مقصد اور آسمانی سکیم کی دنیا میں نمائندگی ہوتی ہے یاد رکھو کہ احمدیت کوئی انسانوں کی از خود بنائی ہوئی کلب نہیں ہے یہ ایک جماعت ہے اور جماعت بھی ایسی جس کی اللہ تعالیٰ نے خود بنیاد رکھی ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کی راہنمائی کرتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقتاً تمام روشنی کا منبع ہے۔ اس جماعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی عظمت اور شان کو دوبارہ قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے یہی جماعت انسانیت کی امیدوں کا مرجع اور اس کے درخشندہ مستقبل کی ضامن خلافت قدرت ثانیہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کی دوسری تجلی اگر چہ خلیفہ المہدی المعہود تو نہیں ہوتا لیکن وہ المہدی المعہود کا جانشین ضرور ہوتا ہے اس کا آنا اس وقت ہوتا ہے جب المسیح الموعود والمہدی المعہود کا وصال ہو جائے یہ بات تو واضح ہے کہ مہدی علیہ السلام جسمانی طور پر ہمیشہ تو اس دنیا میں نہیں رہ سکتے تھے لیکن خلافت رہ سکتی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ قائم رہے گی درحقیقت خلافت اسلام کی ان برکات کے تسلسل کا نام ہے جو مہدی موعود دوبارہ دنیا میں لائے تھے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 14/مئی 1970)

جماعت احمدیہ کی خصوصیت اور کامیابی کا راز ڈسپلن میں ہے

رات مجھے ابھی پتہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرف کیا کہ ساری رات مخالفین کی ناکامیوں اور جماعت کی کامیابیوں کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ کبھی قرآن کریم کی آیات، کبھی اپنے فقرے اور بس نیم بیداری اور نیم غنودگی کی حالت میں قریباً ساری رات یہی کیفیت رہی۔۔۔ میں نے بڑی لذت محسوس کی لیکن وہ میری زبان پر جاری ہوتے ہیں اور آخری فقرے کا صرف ایک لفظ یاد رہ گیا اور اس میں یہ فقرہ کہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی خصوصیات اور جماعت احمدیہ کی کامیابیوں کا راز اس بات میں ہے پھر وہ Phrase (فریز) لمبی تھی مگر اس میں صرف Discipline (ڈسپلن) کا لفظ یاد رہ گیا یعنی نظم و اطاعت اور یہ حقیقت ہے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ یہ خوشخبری ملی ہے کہ دامن خلافت کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرتا چلا جائے گا اور اپنے فضل تم پر نازل کرتا چلا جائے گا مثلاً

خلافت کی جو قدر پہلے صحابہؓ نے کی وہی قدر جماعت کو کرنی چاہئے۔ جب حضرت خالدؓ بن ولید کو معزول کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں وہی کوڑا تھا جو خلافت کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ کسی کو زیادہ استعمال کی ضرورت پڑ جاتی ہے کسی کو کم پڑتی ہے۔ کسی کا وہ کوڑا نمایاں ہو کر سامنے آ جاتا ہے کسی کا کبھی کبھی سامنے آتا ہے اسلئے لوگ اسے بھول جاتے ہیں خلافت خلافت میں تو کوئی فرق نہیں۔ ہر خلیفہ کے فرائض واختیارات ایک جیسے ہیں۔ کوڑا بھی ایک جیسا ہے کیونکہ اگر وہ کوڑا خلافت عمر کا حصہ نہیں تھا تو وہ ناجائز تھا اور ان کی طرف ہم کوئی ناجائز بات منسوب نہیں کرتے اگر وہ جائز تھا تو خلافت کا حصہ تھا اور ہر خلافت کا وہ حصہ ہے چنانچہ وہ کوڑا حضرت خالدؓ بن ولید پر چلا۔

جماعت احمدیہ کی بنیاد ہی خلافت پر ہے اور خلافت جو ہے اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ کسی نے بہت ہی شاندار عمارت بنائی تھی اس نے اس کی بنیادوں کے نیچے چھ چھ انچ ریت ڈالی۔ ریت کے ذرے بڑے کمزور ہوتے ہیں لیکن اس ریت کو کچھ اسطرح باندھا کہ وہ پتھر سے زیادہ مضبوط بنی اور اس ساری تعمیر کا بوجھ اس نے اپنے اوپر اٹھا لیا اسی طرح خلافت جو ہے اسے ریت کے ذرے سمجھ لو کیونکہ حقیقی طور پر خلفائے راشدین کی خلافتوں میں سے ہر خلافت کی نمایاں خصوصیت عاجزی ہے انہوں نے اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھا لیکن اللہ تعالیٰ نے الٰہی ریت کے ذروں کو اپنی قدرت کی انگلیوں میں کچھ اس طرح پکڑا کہ وہ ساتویں آسمان تک جانے والی اتنی بلند عمارت کا بوجھ برداشت کرنے کے قابل ہو گئے۔

میں خواب میں اسکو کہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی خصوصیت اور کامیابی کا راز ڈسپلن میں ہے۔ میں انگریزی میں اس سے بات کر رہا ہوں اور پتہ نہیں بعض دفعہ یاد ہی آ جاتا ہے (اگر یاد آ جائے تو میں اپنے رب کا بڑا ہی ممنون ہونگا) میں نے بتایا ہے کہ انگریزی کے یہ فقرے اس قسم کے تھے یہ میری اس کیفیت میں بھی ایک اور کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

بہر حال ہمارے ساتھ تو ہمارا رب اسطرح کا پیار کرتا ہے اس کے بعد اگر ساری دنیا کی طاقتیں مثلاً صدر نکسن بھی ہو یا رشیا کا صدر بھی ہو یورپین اقوام کے سربراہ بھی ہوں یا افریقی اقوام کے سربراہ بھی ہوں۔ جزائر کے رہنے والوں کے پرائم منسٹر بھی ہوں سارے مل کر بھی مجھے آ کر یہ کہیں کہ ہم نے سر جوڑا اور فیصلہ کیا کہ ہم جماعت احمدیہ کو ہلاک کر دیں گے اور اسے مٹا دیں گے تو کسی ہچکچاہٹ کے بغیر میرا جواب انہیں یہ ہوگا کہ تم افراد کے قتل پر تو قدرت رکھتے ہو چونکہ پہلے الٰہی سلسلوں میں بھی یہی نظر آ تا رہا ہے اس لئے تم مجھے مار سکتے ہو لیکن تم احمدیت کو مٹانے کے قابل کبھی نہیں ہو سکتے کیونکہ احمدیت خدا تعالیٰ کی حفاظت اور اس کی امان میں ہے اور احمدیت کو غالب کرنے کا حکم اور فیصلہ آسمانوں پر ہو چکا ہے اور یہ بھی فیصلہ ہو چکا ہے کہ بتدریج (یعنی تدریج کے مختلف دوروں میں سے گزرتی ہوئی) احمدیت تمام دنیا پر خدمت کے طور پر غالب آئے گی یعنی وہ دنیا کی خادم بن جائے گی۔ غالب آنے کا ہمارا یہ مطلب نہیں کہ ہم دنیا کو ایکسپلائٹ (exploit) کریں گے جب ہم دنیا پر غالب آنا کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دنیا ہمیں ایکسپلائٹ (exploit) کرے گی یعنی ہم سے خدمت لے گی۔ پس ہم خادم کی حیثیت سے دنیا پر غالب آئیں گے حاکم کی حیثیت سے نہیں۔ جس طرح ماں اپنے بیٹے پر حاوی ہوتی ہے اسی طرح یہ جماعت بنی نوع انسان سے ماں سے زیادہ پیار کرنے کے لحاظ سے اس پر حاوی ہوگی وہ اس پیار کو Resist نہیں کر سکیں گے۔ وہ اس پیار کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے وہ اس پیار کے گھائل ہو جائیں گے وہ اس پیار کے نتیجہ میں جماعت سے چمٹ کر اس میں غائب ہو جائیں گے اور پھر سب کے سب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جمع ہو جائیں گے اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہے گا اس کی حیثیت چوہڑے اور چماروں کی طرح ہوگی۔

یہ وعدے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں اور ان وعدوں پر پختہ یقین رکھنا میرا اور آپ کا فرض ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(خطبات ناصر جلد سوم صفحہ 311,310)

خدا تعالیٰ کی حفاظت

معلوم ہوا ہے کہ وہ یہ منصوبہ بنا رہے تھے کہ ساری جماعت سے ہم نے کہاں لڑنا ہے جو اس وقت اس کا امام ہے اسے (معاذ اللہ) قتل کر دیا جائے تو اس

طرح ہم اپنے مقصد کو حاصل کرلیں گے۔ یہ بھی ایک نادانی ہے۔ اس دنیا کی کسی تنظیم کے امام سے جو مرضی کہہ لو۔ ہمارے لئے یہ خلافت کا سلسلہ ہے اور جماعت احمدیہ کا امام اس کا خلیفہ وقت ہے لیکن جو بھی کہہ لو اس نے قیامت تک تو زندہ نہیں رہنا اور جب تک اس شخص کی جان لینے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا منشاء نہ ہو دنیا کی کوئی طاقت اس کی جان نہیں لے سکتی جب خدا تعالیٰ اسے اس دنیا سے اٹھانا چاہے تو ساری دنیا مل کر بھی اگر اسے زندہ رکھنا چاہے تو اسے زندہ نہیں رکھ سکتی۔ اس واسطے کسی شخص کا اس قسم کے منصوبے بنانا اس کی اپنی نالائقی یا ہلاکت کے سامان تو پیدا کرسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی منشاء کے بغیر کسی کی جان نہیں لی جاسکتی۔

(خطبات ناصر جلد سوم صفحہ 331)

تائید الٰہی

چندہ دینے والے کی نسبت یہ فکر تو ہوتی ہے کہ وہ پیچھے نہ رہ جائے لیکن یہ مجھے فکر نہیں ہے کہ اگر پیسے یہی ہیں تو زیادہ کہاں سے آئیں گے۔ مجھے پیسے آپ نے نہیں دینے کیونکہ آپ نے مجھے خلیفہ نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور وہ مجھے پیسے دیتا ہے اپنے کاموں کیلئے اور وہ دے گا اس لئے اس کی تو مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ لیکن اس شخص کے متعلق فکر ہو جاتی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے زیادہ دینے کی توفیق دی تھی وہ پیچھے کیوں رہ رہا ہے۔ اور تیئیس سو ایسے ہیں جنہوں نے پانچ سو کا وعدہ کیا ہے اور وہ روزانہ بہت بڑھ رہے ہیں۔ آج کی رپورٹ میں بھی شاید دس پندرہ ہیں جو پانچ پانچ سو کا وعدہ کرنے والے ہیں۔

(خطبات ناصر جلد سوم 356)

مجھے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے

مجھ تک یہ رپورٹ بھی پہنچی ہے کہ بعض بیوقوف کمزور ایمان والے یہ کہتے بھی سُنے گئے ہیں کہ مجدد تو اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور خلیفہ انسان بناتا ہے۔ اس بارہ میں موٹی بات تو یہ ہے کہ مجدد کون بناتا ہے اور کون نہیں بناتا اس کے متعلق ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ملتا ہے۔ قرآن کریم میں اس کے متعلق کوئی ارشاد نہیں۔ سارے قرآن کریم میں مجدد کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ خلیفہ کون بناتا ہے اور کون نہیں بناتا، اس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۂ نور میں فرماتا ہے۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ (النور:56) خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خلیفہ میں بناتا ہوں اب جس کے متعلق قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بناتا ہوں اس کے متعلق تو کہتے ہیں کہ خدا نہیں بناتا اور جس کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نہیں بناتا اُس کے متعلق کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بناتا ہے۔

پس اگر خلیفہ کہے کہ خدا نے مجھے کہا ہے کہ میں نے تجھے خلیفہ بنایا ہے تو پھر؟ کیا تم فیصلہ کرو گے کہ اس نے صحیح کہا ہے یا غلط۔ فیصلے کرنے کے اصول ہیں یعنی کوئی شخص جھوٹ بھی بول سکتا ہے مگر اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اصول مقرر فرمائے ہیں۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے جب یہ فرمایا تھا کہ نہ انجمن مجھے خلیفہ بنا سکتی ہے اور نہ کوئی انسان مجھے خلیفہ بنا سکتا ہے میں تو انجمنوں کے خلیفہ بنانے پر تھوکتا بھی نہیں ہوں۔ تو کیا اُنہوں نے اپنے کسی تکبر اور غرور کے نتیجہ میں کہا تھا یا خدا نے اُنہیں فرمایا تھا کہ میں نے تمہیں خلیفہ بنایا ہے۔ یقیناً خدا ہی نے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا تھا کہ میں نے تجھے خلیفہ بنایا ہے۔

پھر خلافت ثانیہ آئی۔ کیا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا نے مجھے خلیفہ بنایا ہے درآنحالیکہ خدا نے آپ کو یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں نے تجھے خلیفہ بنایا ہے وہ اتنا محتاط انسان کہ جس نے امت احمدیہ یعنی امت محمدیہ کے علماء اور سمجھ دار لوگوں کے اصرار کے باوجود مصلح موعود ہونے کا دعویٰ اس وقت تک نہیں کیا کہ جب تک خدا نے اُسے یہ نہیں بتادیا کہ میں نے تجھے مصلح موعود بنایا ہے اس کے متعلق تم یہ اعتراض کرتے ہو کہ اُس نے اپنی طرف سے خلیفہ ہونے کا اعلان کردیا تھا۔

اور جہاں تک میرا تعلق ہے، ایک اور تکلیف کے وقت میں نے خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی اور میں اُس خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اس مسجد میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے بڑے پیار سے فرمایا:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ پس میں خلیفہ اس لئے نہیں ہوں

کہ تم میں سے کسی گروہ نے مجھے منتخب کیا ہے۔ میں خلیفہ اس لئے ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا اور خلیفہ بنایا اور پیار کے ان الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ غرض خلیفہ خدا ہی بنایا کرتا ہے۔ انسانوں کا یہ کام ہی نہیں اور جن کو خدا خلیفہ بناتا ہے وہ انسانوں کے کام پر تھوکتے بھی نہیں اور نہ اُن کی پرواہ کرتے ہیں۔

خلافت حقہ اصولی طور پر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید سے پہچانی جاتی ہے۔ اس کی آگے تفصیل ہے جو بہت لمبی ہے جس میں اس وقت میں نہیں جا سکتا۔ مراد یہی ہے کہ خدا تعالیٰ خود اپنی حکمت کاملہ سے جس کا ہمیں پتہ نہیں ہوتا، خود مجھے بھی پتہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کیا حکمت تھی لیکن مجھے یہ پتہ ہے کہ اُس نے مجھے خلیفہ بنایا اور مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ اُس نے اپنی حکمت کاملہ سے جس کو اِس وقت خلیفہ بنایا ہے، اس سے وہ پیار بھی کرتا ہے اور اس کی تائید بھی کرتا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ کی نصرت بتا رہی ہوتی ہے کہ یہ خلافت حقہ ہے۔ مگر میں اپنے متعلق سوچتا ہوں تو اپنے آپ کو ایک ناکارہ مزدور پاتا ہوں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے متعلق یہی کہا تھا تو میں تو اتنا بھی نہیں۔ غرض خدا کا ایک ناکارہ مزدور ہوں۔ ویسے بھی انسان ہے کیا چیز جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اُس کے شامل حال نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام جس وقت کہتے ہیں یا اُن کے خلفاء جس وقت یہ کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے آپ کو دیکھتے ہیں تو خود کو بالکل ناکارہ مزدور پاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر تو انسان کچھ بھی نہیں۔ مگر جو خدا تعالیٰ سے ملاپ کے بعد ملتا ہے وہ انسان کا اپنا نہیں ہوتا وہ خدا تعالیٰ کا ہوتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ میری دعاؤں کو سنتا ہے اور اتنی کثرت سے سُنتا ہے کہ آپ کو اگر میں ساری باتیں بتا دوں تو آپ حیران رہ جائیں گے۔ ممکن ہے آپ کے خیالات بھی پریشان ہو جائیں گے۔ بعض دفعہ ابھی دعا کی نہیں ہوتی، دل میں خیال ہی آتا۔ اللہ تعالیٰ اُسے بھی قبول فرما لیتا ہے۔ ویسے یہ ٹھیک کہ اللہ اللہ ہے اور انسان انسان ہی ہے۔ کبھی وہ ہماری دُعا بھی رد کر دیتا ہے اور نہیں مانتا کیونکہ وہ مالک ہے۔ ہمارا اُس پر کوئی حق نہیں۔ ہم پر اس کے سارے حقوق واجب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی ہماری دُعاؤں کو مہینوں کے بعد سُنتا ہے کبھی وہ سالوں کے بعد سُنتا ہے لیکن کبھی وہ اپنی شان اس رنگ میں بھی دکھاتا ہے کہ ابھی دعا کے الفاظ منہ سے نہیں نکلے ہوتے کہ وہ بات پوری ہو جاتی ہے۔

پس یہ برکتیں بتاتی ہیں کہ خلیفہ خدا نے مقرر فرمایا ہے کیونکہ ایسی نصرت کے کام، ایسی نصرت کے واقعات اور ایسی نصرت کے مظاہرے ہوتے ہیں کہ جن میں انسانی ہاتھ کا دخل نہیں ہوتا۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ جس طرح اس نصرت میں انسانی ہاتھ نظر نہیں آ رہا اسی طرح انتخاب خلافت میں انسانی ہاتھ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان جو کہے اللہ تعالیٰ مجبور ہو جائے اور اس کی مدد اور نصرت کرنا شروع کر دے۔ کیا تم اپنے زور سے اللہ تعالیٰ کو مجبور کر سکتے ہو؟ نہیں! جب تک تم اس کے فضل اور رحم کو جذب نہیں کرو گے، تم اس کی مدد اور نصرت کس طرح لے سکتے ہو۔ پس یاد رکھو کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے۔ کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو الٰہی سلسلہ کے خلفاء بنایا کرے۔

(خطبات ناصر جلد چہارم صفحہ 92 تا 100)

اطاعت خلافت

پھر خلفاء کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ میری اور میرے خلفاء کی سنت تمہارے لئے اسوہ ہے۔ خلیفہ سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو اپنا کچھ نہیں رکھتا بلکہ وہ نبی متبوع کے وجود کا ایک حصہ ہوتا ہے اور اسی کا رنگ اس کے اوپر چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ خلفاء کی سنت بھی تمہارے لئے اسوہ ہے۔ یعنی اگر کسی وقت کسی مقام پر کسی زمانے میں میرا جو حسن ہے یا مجھ پر خدا تعالیٰ کی صفات کا جو رنگ چڑھا ہوا ہے وہ تمہیں صاف اور واضح طور پر نظر نہ آئے تو میرے خلفاء کی طرف دیکھ لینا کیونکہ جو ان کا رنگ ہے وہ ان کا اپنا نہیں ہے بلکہ میرے نائب ہونے کی حیثیت سے ان میں میرا ہی حسن جلوہ گر ہے۔ اُن پر میرا ہی رنگ چڑھا ہوا ہے۔ اگر زمانہ کی دوری یا مکان کی دوری کی وجہ سے تمہیں کوئی شبہ پیدا ہو تو اس وقت جو میرے نائب اور خلفاء ہوں گے اُن کے اندر تمہیں میرے حسن اور میری سنت کا اسوہ نظر آئے گا۔ اس لئے تم اُن کی پیروی کرنا۔

پس چونکہ خلفاء کا اپنا کچھ نہیں ہوتا اس لئے ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور یہ اس لئے نہیں کہ اس طرح خدا تعالیٰ اُن کو کوئی رفعت دینا چاہتا ہے۔ اُن کے لئے تو خدا تعالیٰ کا پیار کافی ہے۔ اس لئے ان کو تو کسی اور رفعت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُنکی اطاعت کا حکم دراصل اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ تمہیں رفعت بخشنا چاہتا ہے۔ اگر تم ان کی اطاعت نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ابلیس بن جاؤ گے اگر تم ابلیس نہیں بننا چاہتے تو پھر تمہیں خلفاء کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ تمہیں ان کی کامل طور پر اور بشاشت کے ساتھ اطاعت کرنی پڑے گی۔

پس خلافت کے زمانہ میں یہ گدی والی ولایت ہو ہی نہیں سکتی۔ جب خلافت کا زمانہ نہ ہو تو اس وقت گدی والی خلافت سے ملتی جلتی خلافت ہوتی ہے۔ وہ بھی حقیقتاً گدی والی خلافت نہیں ہوتی لیکن ایک تھوڑے سے دائرہ کے اندر ایک نائب رسول اپنی محدود صلاحیتوں کے ساتھ امت مسلمہ کے ایک حصے کے شیرازہ کو مضبوط اور ان کے اتحاد کو قائم رکھتا ہے۔ لیکن ہر خلافت کے زمانہ میں جہاں ہزاروں لاکھوں اولیاء ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں وہاں ایک بھی خدا کا پیارا اور محبوب گدی والا ولی نہیں ہے اور وہ خدا تعالیٰ کا پیارا کیا ہوا جس نے اپنی دعاؤں اور خوابوں کو اپنی روزی کا ذریعہ بنا لیا ہو۔ کیا ایسا شخص خدا تعالیٰ کو رزّاق نہیں سمجھتا کہ کسی دوسرے کی طرف ہاتھ اُٹھانے کی ضرورت پڑ گئی؟

(خطبات ناصر جلد چہارم صفحہ 122 تا 125)

نظامِ خلافت کا احترام

جس طرح آپ کے دلوں میں نظامِ خلافت کا احترام ہے اسی طرح بیرون پاکستان کے احمدیوں کے دل میں بھی خلافت سے بہت پیار ہے۔ وہ تو بیچارے میرے جانے پر مختلف کاموں کی وجہ سے تھکے ہوئے ہوتے ہیں مگر کام کئے جاتے ہیں۔ دراصل خلافت ایک انسٹی ٹیوشن ہے۔ ایک فرد نہیں ہے یہ وہ چیز ہے جس کے متعلق میں نے ڈنمارک کے پادریوں سے کہا تھا کہ تمہارا سوال غلط ہے۔ انہوں نے پوچھا تھا آپ کا مقام جماعت احمدیہ میں کیا ہے؟ میں نے جواب دیا تھا میں اور جماعت احمدیہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ اس واسطے میرا مقام جماعت احمدیہ میں کیا ہے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

(خطبات ناصر جلد پنجم صفحہ 207)

امام کی ڈھال

مَیں اس وقت یہ بتا رہا ہوں کہ مصلحت بتانا ضروری نہیں ہوتا۔ لیکن امام کے پیچھے امام کی ڈھال کے پیچھے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ اور اسلام کی جنگیں لڑنا ضروری ہے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ مصلحت نہیں بتائی گئی۔ اس لئے ہم ڈھال سے پرے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح تم اپنا نقصان کرو گے اس طرح اسلام کی جنگ نہیں لڑی جا سکتی۔ ہرگز نہیں لڑی جا سکتی۔ امت محمدیہ پر ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے جب امت کو ہر جگہ یہ ڈھال میسر نہ تھی یا چھوٹی چھوٹی ڈھالیں تھیں مگر امت محمدیہ بحیثیت امت اس ڈھال کے پیچھے نہیں لڑ سکتی تھی وہ تو ایک جگہ جمع ہی نہیں ہو سکتی تھی کیا اس وقت مسلمان نے کوئی ترقی کی؟

(روزنامہ الفضل ربوہ 4 نومبر 1973)

خلیفہ کا توکل علی اللہ

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے کہ وہ نشان جن کا مطالبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا اور جن کا آپ نے عیسائیت کو چیلنج دیا آج بھی وہ چیلنج قائم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں سلسلہ خلافت قائم ہے اور خلیفہ وقت بطور نائب مسیح اس بات کا ذمہ دار ہے کہ وہ اُن سب چیلنج کی ذمہ داری قبول کرے اور ہر خلیفہ پورا توکل رکھتا ہے اور رکھے گا خلفائے احمدیت کو اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کے اظہار کے لئے جب بھی کسی نشان کی ضرورت پڑی دیتا چلا جائے گا۔

(خطبات ناصر جلد ششم صفحہ 362)

تمکنت دین خلافت کی سب سے بڑی ذمہ داری

پس جماعت احمدیہ کے بڑے بھی اور چھوٹے بھی، مرد بھی اور عورتیں بھی سُن لیں کہ اگر انہوں نے احمدیت میں رہنا ہے اور بیعتِ خلافت میں رہنا ہے تو انہیں اسلام اور اس کے غلبہ کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ اسلام

کے چھوڑنے کے بعد، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ لینے کے بعد احمدیت کے اندر اُن کے لئے کوئی جگہ نہیں نہ آج ہے اور نہ کل ہوگی۔ کبھی نہیں ہوگی قیامت تک نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو شیطانی وسوسوں اور حملوں سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے جس پیار سے احباب جماعتِ احمدیہ کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں کیا ہے خدا کرے ہم میں سے ہر ایک اس پیار کا وارث اور مستحق اور اہل ثابت ہو۔ ہم خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر کے غلبۂ اسلام کی اس مہم میں جو مہدی علیہ السلام کے ذریعہ اس زمانہ میں شروع ہوئی ہے اس میں ہر قسم کی قربانیاں دے کر اپنے اس مقصد میں کامیاب ہونے کی ہمیشہ مقبول سعی کرتے رہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 18 مئی 1967)

عاجزی کا مقام

یہاں ہمارے علاقے کے افسر صاحب کہنے لگے کہ نوجوان احمدی اپنی قیادت بدلنا چاہتا ہے یعنی خلیفہ وقت کو اتار کر نیا خلیفہ بنانا چاہتا ہے۔ جس کے سامنے اس نے بات کی وہ تو ہنس پڑا اس نے کہا تم تو اتنی دیر سے یہاں ہو لیکن جماعت کو جانتے ہی نہیں۔ دنیا میں قیادتیں بدلا کرتی ہیں جو سیاسی قیادتیں ہیں وہ بدلا کرتی ہیں اپنی کمزوریوں کے نتیجہ میں۔ لیکن جو کمزور ہے اور کمزوری پر ہی راضی ہے خدا کا ایک عاجز بندہ ہے جسے خلیفہ وقت بنا دیا جاتا ہے اور وہ ہر آن چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لئے خدا تعالیٰ کا محتاج ہے اور اپنے اس مقام کو کبھی بھولتا نہیں اور ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور اعلان کرتا ہے پبلک میں کہ میرے جیسا عاجز انسان کوئی نہیں وہ کس مقام سے نیچے گرے گا۔ اس کا مقام تو ہے ہی عاجزی کرنا لیکن جس ہستی نے اس کا ہاتھ پکڑا ہے اس کی قدرتوں کا تو دنیا کی طاقتیں یا دنیا کے ذہن ساری عمر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دنیا عدم علم یا جہالت کی وجہ سے سب کے ساتھ یہی کرتی رہی ہے جو لوگ سوچتے رہتے ہیں وہ اسے سوچتے رہیں۔

(خطبات ناصر جلد ششم صفحہ 546)

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی انگوٹھی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک انگوٹھی کے اوپر بھی مولا بس کندہ ہے۔ آپ کی تین انگوٹھیاں تھیں جو بعد میں تین بیٹوں کو ورثے میں ملیں۔ ان میں سے ایک اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی انگوٹھی ہے جو تین دفعہ قرعہ اندازی کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے وراثت میں ملی تھی لیکن جب ان کو اللہ تعالیٰ نے خلعت خلافت عطا کیا تو آپ نے سمجھا کہ یہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی انگوٹھی (جو اس وقت میں نے پہن رکھی ہے) خاندانی ورثے میں نہیں جانی چاہیئے بلکہ خلافت میں چلنی چاہیئے۔ چنانچہ یہ انگوٹھی خلافت ثالثہ کے قیام پر مجھے دی گئی۔

اب ضمناً یہ بات آگئی ہے تو میں سب کو سنا دیتا ہوں تا کہ اس کے بارہ میں اگلی نسلوں کے لئے آپ سب کی گواہی رہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یہی انگوٹھی جو اس وقت میری انگلی میں ہے اور جس پر میں نے کپڑا چڑھایا ہوا ہے ہماری محترمہ آپا صدیقہ صاحبہ کو دی اور یہ کہا کہ میری وفات کے بعد جو بھی خلیفہ منتخب ہو یہ اس کی ہوگی اور اس کے بعد جو خلیفہ ہو اس کی ہوگی۔ جب تک یہ سلسلہ خلافت جماعت مومنین میں قائم رہے یہ انگوٹھی ایک خلافت سے دوسری خلافت کی طرف منتقل ہوگی۔ ایک بڑے بیٹے سے دوسرے بیٹے کی طرف منتقل نہیں ہوگی۔ چنانچہ انتخاب خلافت کے بعد اس وصیت کے ساتھ ہماری محترمہ آپا صدیقہ صاحبہ نے یہ انگوٹھی مجھے دی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 27 جولائی 1977)

صد سالہ جوبلی کی سکیم

میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ میرے نزدیک تو ہماری کامیابی کا زمانہ جسے قریباً آخری کامیابی کہنا چاہیئے وہ دوسری صدی ہے جس کے لئے صد سالہ جوبلی فنڈ بھی قائم ہوا اور صد سالہ جوبلی کا منصوبہ بھی تیار ہو رہا ہے۔ جس صدی کا ہم نے استقبال کرنا ہے، اسلام کے غلبہ کی صدی۔ پس اسلام کے غلبہ کی صدی نوع انسانی کے امت واحدۃ بن جانے کی صدی آ رہی ہے تو یہ ساری پیشگوئیاں اور یہ سارے مقاصد ختم ہو گئے اور ایک منافق کی بڑ کی طرف ایک مومن کان دھرے گا؟ یہ تو ویسے ہی نہیں ہو سکتا۔ میں بھی جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کہ جماعت کس قسم کی ہے لیکن ان کے لئے دعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ

ان کے لئے توبہ کا دروازہ بند نہ کرے کیونکہ بہت سے منافقوں کو خدا تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی اور پھر انہوں نے قربانیاں دیں بلکہ بہت سے کافروں کو توبہ کی توفیق دی اور انہوں نے قربانیاں دیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ یکم جون 1978)

خلیفہ وقت اور جماعت کو علیحدہ کیسے کیا جاسکتا ہے

ایک اور دعا ہے جماعت کی مَیں نے یورپ میں بھی کہا۔ 1967 میں کوپن ہیگن میں پادری اور کچھ اَور دوست بارہ حواریوں کی تعداد میں مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے ان سے بھی میں نے کہا تھا کہ مَیں سمجھتا ہوں مجھ میں اور جماعت میں کوئی فرق نہیں کیونکہ یہ ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ سب کا مقصد ایک ہے، ایک جہت ہے جس کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں ایک مقصد ہے جس کے لئے ہم دعائیں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی اپنی بساط کے مطابق قربانیاں پیش کر رہے ہیں اور اخلاص اور وفا کا نمونہ دکھا رہے ہیں۔ پس خلیفۂ وقت اور جماعت کو علیحدہ کیسے کیا جاسکتا ہے ساری جماعت اپنی جگہ دعائیں کر رہی ہے لیکن یہ جو ایک وجود ہے اس میں خلافت کا ایک بڑا ہی اہم مقام ہے اور یہ نہ خریدا جاسکتا ہے اور نہ چھینا جاسکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اسی سفر میں مجھ سے کسی نے پوچھا کہ خلافت سے پہلے کبھی آپ نے سوچا کہ خلیفہ بن جائیں گے مَیں نے کہا:-

"No sane person can aspire to this."

کوئی عقلمند آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ یہ اتنی بڑی ذمہ داری ہے کوئی سوچے گا کیسے۔ کوئی احمق ہی ہوگا، پاگل ہوگا جو یہ کہے گا کہ مجھے یہ ذمہ داری مل جائے۔

خلافت کے متعلق یہ جاننا چاہیئے کہ بعض بیوقوف دماغ یہ سمجھتے ہیں کہ مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ ایک وقت آئے گا جہنم میں سے ہر آدمی کا جب علاج ہوجائے گا تو باہر نکل آئے گا خدا کی پرستش کے مطابق جو سزا ہے وہ مل چکی ہو گی تو جہنم خالی ہوجائے گی۔ جب جہنم خالی ہوجائے گی تو وہاں تمثیلی زبان میں نہ دروازے بند ہوں گے نہ پہرہ دار ہوں گے اور ہوا جہنم کے دروازوں کو ہلا رہی ہوگی۔ وہ کھلے ہوں گے آگ ختم ہوچکی ہوگی کوئی بھی نہیں ہوگا اس میں۔ بعض بیوقوف یہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا دربار بھی نعوذ باللہ اسی طرح کی حمد و ثنا کرنے والوں سے خالی ہوجاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے دربار میں تو ہر وقت ایسے لوگ موجود رہتے ہیں جو اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اور استعداد کے مطابق اس کو پہچاننے والے، اس کے آگے جھکے ہوئے، اس کی حمد کرنے والے، اس کی تسبیح کرنے والے اور اس کے قرب کو حاصل کرنے کی تڑپ رکھنے والے ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی پیارا شعر فرمایا ہے ؎

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

ہزاروں لاکھوں آدمی، خدا کے بندے خدا کے دربار میں حاضر رہتے ہیں۔ کوئی ایک آدمی یہ سمجھے کہ خدا مجبور ہوگیا مَیں اکیلا اس کے دربار میں تھا اور اس نے مثلاً مَیں اپنی مثال لیتا ہوں، اگر مَیں یہ سمجھوں کہ مَیں اکیلا ہی تھا اور خدا مجبور ہوا مجھے خلیفہ مقرر کرنے کے لئے یعنی مجھے پکڑ لے اور خلیفہ مقرر کردے تو میرے جیسا پاگل دنیا میں اَور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس بھرے دربار میں سے خدا نے اپنی مرضی چلائی۔ ہم تو اس وقت (یعنی انتخابِ خلافتِ ثالثہ کے وقت) آنکھیں نیچی کئے ہوئے اپنے غم میں اور اپنی فکروں میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن یہ سمجھنا کہ جس آدمی کو خدا تعالیٰ کسی کام کے لئے چنے دنیا کا کوئی انسان یا منصوبہ خدا تعالیٰ کے اس انتخاب کو غلط کرسکتا ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ دینے والا تو وہی خدا ہے۔ عقل ہے، سمجھ ہے، ہمت ہے، خدا کے در کے علاوہ آپ کون سی چیز کہاں سے لے کر آتے ہیں۔

یہ مقام ہے خلافت کا۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَیں جن کو خلیفہ بناؤں گا اور یہ یاد رکھیں خصوصاً نئی نسل کہ انتخاب ہوتا ہے لیکن خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بعض لوگوں نے جو بعد میں الگ ہوگئے تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ ہم نے خلیفہ منتخب کیا ہے آپ نے فرمایا مَیں تمہارے انتخابِ خلافت پر تھوکتا بھی نہیں ہوں مجھے جس نے خلیفہ بنانا تھا اس نے بنادیا۔

میری خلافت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا۔ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ اور یہ بتانے کے لئے کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں خدا تعالیٰ بڑا پیار کرنے والا ہے اس کے پیار کو حاصل کریں۔ بالکل شروع خلافت کے زمانہ کی بات ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا جب وصال ہوا تو مَیں ٹی آئی کالج میں پرنسپل تھا۔ کالج لاج میں مَیں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ مَیں وہاں آیا میری طبیعت پر بڑا بار تھا کہ مَیں آپا صدیقہ ام متین صاحبہ کو یا مہر آپا کو یا ہماری تیسری والدہ تھیں ان کو Disturb کروں اپنی رہائش کے لئے لیکن میرے پرائیویٹ سیکرٹری کا دفتر وہاں تھا۔ وہیں سارے کام کرنے پڑتے تھے۔ چنانچہ دفتر کے اوپر دو تین کمرے تھے اُن ہی میں ہم ٹکے رہے اس وقت تک جب تک کہ سہولت کے ساتھ سب کا دوسری جگہ انتظام نہیں ہو گیا۔ خلافت کے بڑے تھوڑے عرصہ کے بعد غالباً 1966 میں نومبر کی بات ہے ظہر کی نماز پڑھانے کے بعد میں واپس آیا اور دفتر کے اوپر کمرے میں سنتوں کی نیت جب باندھی تو میرے سامنے خانہ کعبہ آ گیا یعنی کشفی حالت میں نہیں جس میں آنکھیں بند ہو جاتی ہیں بلکہ کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھا یعنی نظارہ یہ دکھایا گیا کہ میرا رُخ ایک Angle بائیں طرف اور مَیں نے سیدھا کر لیا منہ، خانہ کعبہ کی طرف اور نظارہ بند ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ یہ تو نہیں خدا کا منشا کہ مَیں ہر دفعہ (ہمارے مکان قبلہ رُخ نہیں بنے ہوئے اپنا خود ہی ایک اندازہ کرنا پڑتا ہے) آ کر قبلہ ٹھیک کروایا کروں گا۔ مطلب یہ ہے کہ میں تمہارا منہ جس مقصد کے لئے تمہیں کھڑا کیا ہے اس سے اِدھر اُدھر نہیں ہونے دوں گا۔

سینکڑوں بعض دفعہ ہزاروں (سال کے اندر) ایسی پریشانیاں ہیں کہ جو خلیفۂ وقت کی دعاؤں سے معجزانہ طور پر دور ہو جاتی ہیں۔ کئی ایک کا مَیں ذکر کر چکا ہوں۔ پریشانیاں آتی رہتی ہیں مَیں تو خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہوں۔ وَلَا فَخْرَ۔ میرے لئے تو فخر کی بات نہیں خدا تعالیٰ میرے ذریعہ مومنین کی جماعت کے خوف کو بدلتا ہے تو یہ اس کی شان ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ نے آپ کی امّت میں اس قسم کے سامان پیدا کر دیئے۔ مَیں تو خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہوں میں یاد بھی نہیں رکھتا مَیں نے ایسے کوئی رجسٹر بھی نہیں بنائے ہوئے مَیں بھول جاتا ہوں۔ کئی دفعہ لوگ آ کر بتاتے ہیں کہ جی آپ نے اپنی فلاں خواب بتائی تھی اور وہ پوری ہو گئی ہے اور مجھے وہ خواب یاد بھی نہیں ہوتی۔ میری یہ عادت ہے۔ میرے ساتھ خدا کا یہ سلوک ہے مَیں کہا کرتا ہوں کہ مَیں پانی کے کنارے کھڑا ہوں مجھے سٹور کرنے کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ مجھے دیئے چلے جاتا ہے اس قسم کے نشان بھی دکھلاتا ہے اور بڑی کثرت کے ساتھ دکھلاتا ہے۔

یہ مسئلہ دوست اچھی طرح سے یاد رکھیں کہ تمکینِ دین یعنی وہ دین جسے خدا تعالیٰ نے امت مسلمہ کے لئے پسند کیا اس کو مستحکم طور پر قائم کرنا یہ خلافت کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے اور یہ ایک بنیادی اصول ہے اور اس کے مقابلہ میں جزئیات نہیں پیش کی جا سکتیں۔

مَیں تمہیں شریعت اسلامیہ سے استہزا نہیں کرنے دوں گا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں کرنے دیا تھا اور اس اصول کے ماتحت کوئی خلیفہ پہلے خلیفہ کے فیصلوں کا پابند نہیں یہ بھی دوست اچھی طرح سے سن لیں۔ اس نے اپنے حالات کے مطابق شریعت اسلامیہ کے وقار اور عزت اور احترام کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ فیصلہ کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا تھا وہ پابند نہیں تھے۔ کوئی کھڑا ہو جاتا اور کہتا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو کبھی نہیں فرمایا تھا کہ اگر کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا ہے تو میں تین ہی قرار دوں گا آپ کون ہو گئے کہنے والے نہ کسی اور خلیفہ کو یہ کہا جا سکتا ہے۔ خلافت کا کام ہے شریعت اسلامیہ کے احترام کو قائم کرنا۔

پس میرا یہ کام ہے کہ میں تمہیں شریعت سے استہزا نہ کرنے دوں۔ تمہاری مرضی ہے کہ جماعت مبائعین میں رہو یا چھوڑ کر چلے جاؤ۔ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں مَیں کسی کی مردہ کیڑے کی حیثیت بھی نہیں سمجھتا۔ خدا تعالیٰ خود میری راہنمائی کرتا ہے مَیں نے تم سے دین نہیں سیکھنا تم نے مجھ سے دین سیکھنا ہے۔

خلافت کے متعلق تو قرآن نے اعلان کر دیا ہے اسی آیت استخلاف میں کہ یہ ہم نے Institute (منصب) اس لئے بنایا ہے کہ دین کو محکم کریں اور تمہاری پریشانیاں دور کریں۔ جب پریشانی کا وقت آتا ہے تو تم میرے پاس آ جاتے

ہواور جب ہزار دو ہزار پاؤنڈ بچانے کا وقت آتا ہے تو تم شریعت اسلامیہ سے استہزا کرنے لگتے ہوایسا نہیں ہوگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے آخری ہزار سال تو بہر حال خدا اور اس کے مسیح کا ہے اور صلاح کا اور تقویٰ کا اور خیر کا اور برکت کا ہے۔ آخر یہ اگلا ہزار سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے اور کسی نے زندہ تو رہنا نہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا ہو گئے تو اور کس نے زندہ رہنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اور نہ کسی کے دل میں ہمیشہ زندہ رہنے کی خواہش پیدا ہوئی نہ اپنے رہنے کی خواہش کبھی پیدا ہوسکتی ہے یعنی اگر کسی انسان کو زندہ رہنا چاہیئے تھا تو وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ وفات پا گئے تو اب ہم کیا سوچیں اور کیا خواہشات رکھیں لیکن ہمیں یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کی خلافت قائم رہے گی اور کوئی خلیفہ بھی ایسا نہیں آئے گا جو تمہیں شریعت اسلامیہ سے استہزا کرنے کی اجازت دے دے کیونکہ اگر ایسا ہوا تو پھر تو گویا خلافت ختم ہوگئی۔ تو یہ بھی دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام خلافت سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور خلافت سے جو برکات وابستہ ہیں اُن کو حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 12 / مارچ 1983)

نظام خلافت میں تسلسل

شروع خلافت میں فضل عمر فاؤنڈیشن کا ایک منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ دراصل جوبلی فنڈ کا جو منصوبہ تھا وہ ایک پُل کا کام دیتا ہے خلافت ثانیہ اور خلافت ثالثہ کے درمیان۔ یہ نہ سمجھیں کہ خلافت کے بدلنے کے ساتھ کوئی نئی کوشش ہوتی ہے۔ تسلسل ہے جس کے اندر کوئی روک نہیں۔ جس میں یہ ڈر نہیں کہ ٹوٹ گیا اور نئے سرے سے آ گیا ہے۔ ایک جگہ ٹھہر کر نئے سرے سے حرکت نہیں ہوتی۔ ایک مسلسل حرکت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے ساتھ شروع ہوئی ہے وہی حرکت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلسل کے ساتھ آگے سے آگے Gain، Momentum کر کے بڑھ رہی ہے۔

(خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ 404)

خدا تعالیٰ کی راہنمائی

میں نے بتایا تھا شروع خلافت میں خدا تعالیٰ نے مجھے یہ سبق دینا تھا کہ میں ہر موقع پر تیری ہدایت کا سامان پیدا کروں گا۔ چنانچہ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد گھر میں آ کر میں نے سنتوں کی ادائیگی شروع کی تو عین عالمِ بیداری میں میرے سامنے خانہ کعبہ آ گیا اور میں نے دیکھا کہ میرا منہ کوئی ایک سُوت کے برابر بائیں طرف ہے۔ خانہ کعبہ کی سیدھ میں نہیں ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنا منہ ٹھیک کر لیا اور نظارہ بدل گیا۔ میں نے سوچا تو میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ خانہ کعبہ تو ہزار ہا میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بالکل چھوٹی سی جگہ ہے اس کی طرف ہر نمازی کا منہ ہو، یہ بات محلِ نظر ہے کہ لوگوں کا منہ عین اس کی طرف ہوتا ہوگا لیکن صرف جہتِ قبلہ کا خیال رکھا جاتا ہے ابھی تک ایسا کوئی آلہ ایجاد نہیں ہوا جس سے ہم پتا کر سکیں کہ نمازی کا منہ عین خانہ کعبہ کی طرف ہے۔ غرض میں سمجھ گیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بڑے پیار سے یہ بشارت دی ہے کہ جس مقصود کے لئے تجھے نائب اور خلیفہ مقرر کیا گیا ہے اس مقصود کے حصول میں اگر تو غلطی کرے گا تو میں خود تجھے سیدھا راستہ دکھادوں گا۔ مجھے اس سے بڑا لطف آیا اور میں نے خدا تعالیٰ کی بڑی حمد کی۔

غرض یہ خدا ہے جو اس قدر پیار کرتا ہے۔ کیا تم اس کو چھوڑ کر یہ اعلان کر دو گے کہ تم خدائے واحد و یگانہ پر ایمان نہیں لاتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر ہماری ہزار جانیں نہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں جانیں فدا ہوں ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ پس نہ ہم خدا کو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ سکتے ہیں مگر اس کے لئے بھی ہمارے پاس اپنی کوئی طاقت نہیں۔ اپنی قوت پر ہم بھروسہ نہیں کر سکتے۔ احباب دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہر احمدی کو یہ طاقت عطا کرے جو تعلق اس کا اللہ کے ساتھ پیدا ہو گیا ہے اس کے اندر کبھی کوئی کمزوری نہ آئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و احسان کے جلوے دیکھ کر آپ کی جو محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہوئی ہے، وہ سرد نہ ہو بلکہ آپ کی محبت کی آگ اور بھی زیادہ بھڑکتی رہے۔ خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر اور اس سے قوت حاصل کئے بغیر ہم ایسا نہیں

کرسکتے اسی لئے ہر نعمت جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اسے دیکھ کر انسان کی زبان سے یہی نکلتا ہے وَلَا فَخْرَ اس میں انسان کے لئے کوئی فخر کا مقام نہیں کیونکہ یہ دینے والے خدا نے دیا جو بڑی عظمتوں والا اور بڑی شان والا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 26 جولائی 1979)

صد سالہ احمدیہ جوبلی کی غیر معمولی اہمیت

فرمایا:

''یہ ایک عظیم مہم ہے جو آسمانوں سے چلائی گئی ہے۔ یہ ایک ایسی تحریک ہے جس کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ نہ احمدیت کے باہر کوئی اس کا تصور کرسکتا ہے اور نہ احمدیت کے اندر خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس کا تصور کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم منصوبہ بنایا اور اس نے جماعت احمدیہ جیسی کمزور جماعت کو کھڑا کر کے کہا کہ میں تجھ سے یہ کام لوں گا غلبہ اسلام کا، یہ منصوبہ اتنا بڑا منصوبہ ہے کہ نوع انسانی میں اتنا بڑا اور کوئی منصوبہ نہیں ہے، اس لحاظ سے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ نوع انسانی کے لئے جن برکات کا سامان پیدا کیا گیا تھا ان برکات کو ہر فرد بشر تک پہنچانا ہے اور کامیابی کے ساتھ ان کے دلوں کو جیتنا ہے یعنی یہ وہ منصوبہ ہے جس کی ابتداء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک وجود سے ہوئی اور جس کی انتہاء بھی آپؐ کی قوت قدسیہ اور روحانی برکات کے ساتھ مہدی موعود کے ذریعہ مقدر ہے۔
پس یہ ایک بہت بڑا منصوبہ ہے جو دنیا میں تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کے لئے جاری کیا گیا ہے۔۔۔ بظاہر یہ ناممکن ہے لیکن خدا نے آج آسمانوں پر یہی فیصلہ کیا ہے کہ اس کی تقدیر سے یہ بات بظاہر ناممکن ہونے کے باوجود بھی ممکن ہو جائے اور دنیا کے دل خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جیت لئے جائیں گے۔۔۔''

(حیات ناصر صفحہ 589)

''پہلی صدی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے ہے اور دوسری صدی غلبہ اسلام کی صدی ہے اب یہ صدی اور آئندہ آنے والی صدیاں مہدی موعود کی صدیاں ہیں۔ کسی اور نے آکر نئے سرے سے اشاعت اسلام کے کام نہیں سنبھالنے۔ یہ مہدی ہی ہے جو اسلام کی اس نشاۃ ثانیہ میں اسلام کے جرنیل کی حیثیت میں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک محبوب روحانی فرزند کی حیثیت میں دنیا کی طرف بھیجا گیا۔ جماعت احمدیہ کی پہلی صدی بھی اسلام کے جرنیل کی حیثیت سے مہدی معہود کی صدی ہے اور دوسری صدی بھی مہدی معہود کی صدی ہے جس میں اسلام غالب آئے گا اس کے بعد تیسری صدی میں تھوڑے بہت کام رہ جائیں گے اور وہ جیسا کہ انگریزی میں ایک فوجی محاورہ ہے Mopping Up Operation (یعنی جو چھوٹے موٹے کام رہ گئے ہوں ان کو کرنا) جب تیسری صدی والے آئیں گے وہ خود ہی ان کاموں کو سنبھالیں گے لیکن ہم جن کا تعلق پہلی اور دوسری صدی کے ساتھ ہے کیونکہ میرے سامنے اس وقت بھی جو چھوٹی سی جماعت کا ایک حصہ بیٹھا ہوا ہے ان میں سے بہت سے وہ ہوں گے بلکہ میرا خیال ہے یہاں بیٹھنے والوں کی اکثریت وہ ہوگی جو اس طرح دلیری اور شجاعت اور فرماں برداری اور ایثار کے جذبہ کے ساتھ پہلی صدی کو پھلانگتے ہوئے دوسری صدی میں داخل ہوں گے اور خدا تعالیٰ کے حضور اپنی قربانیاں پیش کرتے چلے جائیں گے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے نظارے دیکھنے والے ہوں گے کہ اسلام کے غلبہ کے لئے دوسروں کے دلوں میں بھی کوئی شک اور شبہ نہیں رہا۔۔۔''

(خطاب جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1981ء)

اور حضور کے زمانہ خلافت میں تربیت اور تبلیغ میں جو غیر معمولی وسعت پیدا ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے اپنی خلافت کے آخری جلسہ پر تقریر کرتے ہوئے حضور نے 27 دسمبر 1981ء کو فرمایا:

''میں تو حیران ہوں اور حیرت میں گم ہوں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عظمت میرے اس زمانہ میں اس بات سے ثابت ہوئی کہ میرے جیسے عاجز انسان کا اس نے ہاتھ پکڑا اور اعلان کیا کہ اس ذرّہ ناچیز سے میں دنیا میں انقلاب بپا کردوں گا اور کردیا۔''

(خطاب جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1981ء)

ضروری نوٹ

گزارش ہے کہ رسالہ النور شمارہ مارچ 2008 صفحہ 3 پر مندرج عبارت کے حصے ''جب مسیح دجال کو دیکھے گا'' کو اس طرح پڑھا جائے:

''۔۔۔جب دجال مسیح کو دیکھے گا۔۔۔''

(ایڈیٹر)

چودھری عبدالقادر صاحب وفات پا گئے

29 فروری 2008 بروز جمعۃ المبارک شام 7 بجے ہمیں اپنے بہت پیار کرنے والے ابا کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ وہ طویل عارضہ قلب کے بعد نیو جرسی کے Hackensack میڈیکل سنٹر میں اپنے پیاروں کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ کی نماز جنازہ یکم مارچ بروز ہفتہ نارتھ جرسی میں ادا کی گئی۔ احباب جماعت اور رشتہ داروں کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ صدر صاحب جماعت نارتھ جرسی محترم حافظ سمیع اللہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اگلے دن بروز اتوار Laurel Grove قبرستان میں قطعہ احمدیہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ مربی سلسلہ محترم مولانا انعام الحق کوثر صاحب نے دعا کروائی۔

ابا جان 11 نومبر 1921 کو ہلال پور ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مرحوم مولوی محمد اسمٰعیل ہلال پوری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے پہلے افسر ڈاک تھے۔ آپ کے بڑے بھائی مرحوم مولوی محمد احمد جلیل صاحب مفتی سلسلہ اور پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ تھے۔

ابا جان Civil Engineer تھے۔ آپ نے علاوہ بے شمار جماعتی امور کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر قیام پاکستان کے بعد ربوہ کی زمین کا سروے کیا اور بعد ازاں ایوانِ محمود ربوہ کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرنے کی سعادت پائی۔

سوگواران میں میری امی جان محترمہ صالحہ صولت صاحبہ، جن کا ابا جان کے ساتھ 62 سال کا ساتھ تھا۔ تین بیٹے' عبدالباسط (مقیم ہالینڈ) عبدالقدیر (مقیم سویڈن)، خاکسار (مقیم امریکہ) اور آٹھ بیٹیاں اور ایک کثیر تعداد نواسے، نواسیوں اور پوتے پوتیوں کی شامل ہے۔ احباب سے درخواست دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے ابا جان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور درجات کو بلند کرے اور سوگواران کو صبرِ جمیل عطا کرے، آمین۔

سوگوار بیٹا

عبدالناصر

اعلان رحلت

میری بڑی بہن سلمہ رمضان اہلیہ مکرم ناصر الدین محمود 17 مارچ کو کینسر کی لمبی بیماری کے بعد براکٹن میساچوزٹس امریکہ میں رحلت فرما گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انہوں نے تقریباً اسی سال کی عمر پائی۔ ان کا جنازہ مکرم عابد حنیف صاحب نے پڑھایا۔ احباب جماعت سے جنت الفردوس میں ان کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

میاں غلام احمد۔ ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ محکمہ نہر لائل پور پاکستان۔ حال وارد کیلیفورنیا۔

خلافت انٹرنیشنل سپورٹس ٹورنمنٹ 2008

2008 کے سال کو خلافت احمدیہ کے دائمی سفر میں ایک تاریخ ساز سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ وہ دوسری قدرت جو ایک چھوٹی سی بستی میں ظاہر ہوئی، آج دنیا کے کونے کونے میں اپنی کامیاب مسافت کا صد سالہ جشنِ تشکر منا رہی ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی خلافت انٹرنیشنل سپورٹس ٹورنمنٹ بھی تھا جو خدام الاحمدیہ (یو۔ایس۔اے) امریکہ کے زیرِ اہتمام امریکہ کے شہر نیویارک میں 16 تا 17 فروری کو منعقد ہوا۔ بین الاقوامی پیمانے پر کھیلیں منعقد کرنے کا خیال ابتداء میں نیویارک کے صدر مکرم نذیر ایاز صاحب نے پیش کیا۔ اس خیال کے پیش نظر 2003 میں مسرور باسکٹ بال ٹورنمنٹ کا آغاز کیا گیا۔ اس ٹورنمنٹ کی مقبولیت میں ہر سال اضافہ ہوتا رہا اور گزشتہ سال اس میں 3 ممالک کی ٹیموں نے حصہ لیا جبکہ کل حاضری قریباً 250 تھی۔ امسال، خلافت کی صد سالہ جوبلی کے حوالے سے اس ٹورنمنٹ میں باسکٹ بال کے علاوہ ساکر کو بھی شامل کیا گیا۔ خدام کے ساتھ ساتھ اطفال کے مقابلے بھی رکھے گئے اور موقع کی مناسبت سے اس ٹورنمنٹ کا نام خلافت انٹرنیشنل سپورٹس ٹورنمنٹ رکھا گیا۔ باسکٹ بال کورٹس کو خلافت سے متعلق بینرز اور مختلف ممالک و اسٹیٹس کے جھنڈے آویزاں کر کے سجایا گیا تھا جس سے ہر آنے والے کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ کوئی عام ٹورنمنٹ نہیں اور اس طرح ان کا ذہن بھی جشن خلافت کے ماحول میں ڈھل جاتا۔ اس موقع پر مکرم شاہد منصور صاحب (صدر خدام الاحمدیہ کینیڈا) اور مکرم شمیم احمد صاحب (صدر خدام الاحمدیہ بیلجیم) بھی تشریف لائے تھے۔ ان معززین کی شمولیت ان کے خدام کی حوصلہ افزائی اور میزبانوں کے لئے باعث افتخار تھی۔

امسال ٹورنمنٹ میں 5 ممالک (امریکہ، کینیڈا، جرمنی، یو۔کے اور بیلجیم) کی ٹیموں نے باسکٹ بال اور ساکر کے مقابلوں میں حصہ لیا۔ علاوہ ازیں اطفال کی شمولیت نے پروگرام میں ایک اور رنگ بھر دیا۔ اس ٹورنمنٹ نے جہاں حصہ لینے والی ٹیموں کو کھیلوں کا موقع فراہم کیا وہاں اخوت، یکجہتی اور بھائی چارہ کی وہ فضا قائم کی جس کی یاد دلوں سے محو ہونے والی نہیں۔ اس دوران بلند ہونے والی تکبیر کی آواز اور خلافت زندہ باد کے نعروں کی بازگشت آج بھی محسوس کی جاتی ہے۔ بظاہر تو شامل ہونے والے دور دراز کے علاقوں سے آئے تھے مگر خلافت کے تعلق نے ان دلوں کو وہ ربط بخشا کہ گویا ایک ہی مالا میں پروئے ہوئے موتی ہوں۔ چنانچہ انگلینڈ سے تشریف لائے ہوئے مکرم طارق حیات صاحب نے اسی کیفیت کو یوں بیان کیا: ''اس ٹورنمنٹ نے پیار اور بھائی چارے کے ماحول میں پہلے رابطوں کو مضبوط تر بنانے اور نئے تعلقات قائم کرنے کا موقع فراہم کیا ہے''۔ اسی طرح امریکہ کے مکرم عمیر محمود صاحب نے اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ، ''میں ٹورنمنٹ کے دوران کسی سے بھی، جنہیں میں پہلے کبھی نہیں ملا، یوں بے تکلفی سے بات چیت کر سکتا تھا جیسے ہم بچپن کے دوست ہوں''۔ یہ کیفیت ہی کچھ اور تھی یہ سماں ہی کچھ اور تھا جہاں ہر جیتنے والا مدمقابل کے لئے نعرے بلند کرتا اور ہر مدمقابل جیتنے والے کو بھرپور سراہتے ہوئے بغل گیر ہوتا۔ ایک خادم نے کیا خوب کہا: ''بھائی چارہ اپنی ذات سے بڑھ کر اپنے بھائی کا احساس کرنے کا نام ہے''۔

تقریباً 400 خدام اور اطفال کے اس اجتماع کی ٹرانسپوٹیشن، رہائش کا بندوبست، کھانے کا انتظام اور مہمانوں کے ہر قسم کے آرام کا خیال جس خوش اسلوبی سے رکھا گیا، وہ ہر شامل ہونے والے خادم و طفل کے چہرے کی الوداعی مسکراہٹ سے خوب عیاں تھا۔ یہی نہیں، بلکہ مقابلہ جات کا بروقت انعقاد، شیڈول کی تیاری، سکورنگ، ریفریز کا انتظام اور فرسٹ ایڈ کی سہولت ایک وسیع کام تھا۔ مکرم ذیشان حمید صاحب کو اس تاریخی پروگرام کی بطور ناظم اعلیٰ خدمات بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کے ہمراہ خرم شاہ صاحب، مرزا حارث احمد صاحب، کاشف ظفر صاحب، احمد چوہدری صاحب، ندیم احمد صاحب، محمود فاروقی صاحب، طاہر گلزار صاحب، فضل محمود صاحب، عرفان الہ دین صاحب، اسد باجوہ صاحب عمران حئی صاحب اور دیگر منتظمین نے نہایت احسن طریق پہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا۔ مکرم ذیشان حمید صاحب نے ٹورنمنٹ کی تیاری کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''اس نوعیت کی تقریب کے انتظامات کئی مراحل سے گزر کر انجام پاتے ہیں۔ مثلاً اس پروگرام کی تیاری میں 40 کارکنان نے تین ماہ تک کام کیا''۔

ٹورنمنٹ کا افتتاحی اجلاس ہفتے کو منعقد ہوا۔ مکرم معین الدین صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے پروگرام کا آغاز کیا۔ مکرم رضوان الہ دین صاحب (نائب صدر خدام الاحمدیہ، یو۔ایس۔اے) نے خدام سے عہد لیا۔ اس اجلاس میں صدر خدام الاحمدیہ بیلجیم نے خدام سے خطاب کیا جس میں انہوں نے کہا: ''یہ ٹورنمنٹ ایک خاص نوعیت کا ہے جس میں دو براعظموں سے خدام جمع ہوئے

ہیں"۔ انہوں نے خدام کو خلافت سے وابستگی اور اخوت و بھائی چارہ کی تلقین کی۔ نائب صدر خدام الاحمدیہ (یو۔ایس۔اے) امریکہ مکرم محمد احمد چوہدری صاحب نے صدر صاحب (یو۔ایس۔اے) امریکہ کی نمائندگی میں حاضرین سے خطاب کیا۔ اس کے بعد باقاعدہ کھیلوں کے مقابلہ جات کا آغاز ہوا۔ پہلے روز باسکٹ بال کے دور اول (Qualifying) کے مقابلے ہوئے جن میں 18 ٹیموں نے حصہ لیا۔ کھانے اور نماز کے بعد ساکر کے مقابلے شروع ہوئے۔ ساکر کے مقابلوں میں جرمن ٹیم کی کارکردگی قابل دید تھی۔ وہ مہارت اور اعلیٰ حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فائنل میں پہنچے جہاں ان کا مقابلہ یو۔کے کی پرجوش اور باصلاحیت ٹیم سے ہوا۔ اس مقابلے سے شائقین خوب لطف اندوز ہوئے۔ تمام نگاہیں ساکر بال پر یوں چپکی ہوئی تھیں گویا ناظرین کے سر گھڑیال کے پینڈولم کی طرح ایک گول پوسٹ سے دوسرے کی طرف مسلسل محو حرکت تھے۔ جب معینہ وقت میں مقابلہ دو دو گول سے برابر رہا تو نتیجہ پینلٹی ککس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ انتہائی سنسنی خیز لمحات سے گزر کر آخر یو۔کے کی ٹیم فاتح قرار پائی۔

اس ٹورنمنٹ میں اطفال کی دس ٹیموں نے حصہ لیا۔ باسکٹ بال کے مقابلوں میں کینیڈا سے شرکت کرنے والی اطفال کی ٹیم نے کامیابی حاصل کی۔ کھیل کے مقابلوں کے علاوہ اطفال کیلئے مکرم ڈاکٹر فہیم یونس صاحب (صدر خدام الاحمدیہ امریکہ) اور مکرم اظہر حنیف صاحب (مربی سلسلہ) کی موجودگی میں ایک دینی مجلس کا بیت الظفر میں انعقاد کیا گیا۔ اس دوران سوال و جواب کی مجلس کا بھی اہتمام کیا گیا تھا اور آخر پہ اطفال میں چاکلیٹس بھی تقسیم کی گئیں۔

ٹورنمنٹ کے دوسرے دن مکرم نوید ملک صاحب اور صفیر بھٹی صاحب نے خلافت سے متعلق ایک سٹال لگایا، جس میں حاضرین کی دلچسپی اور معلومات کے لیے بہت سے پوسٹرز، پمفلٹ اور تصاویر شامل تھیں۔ اسی روز شعبہ خدمتِ خلق امریکہ کے تحت ایک عطیہ خون کی تحریک (Blood Drive) کا انتظام کیا گیا جس کے ذریعے 30 افراد نے خون کا عطیہ پیش کیا۔ اس (Blood Drive) میں 9 غیر از جماعت افراد نے بھی حصہ لیا۔

ساکر کے مقابلے تو ہفتے کے روز ہی مکمل ہو گئے جبکہ باسکٹ بال کے مقابلوں کا دوسرا دور یعنی (Playoffs) اتوار کو منعقد کیا گیا۔ ابھی ساکر کے قصے زبان زد عام تھے کہ باسکٹ بال کورٹس میں ہلچل مچنی شروع ہوئی۔ امسال باسکٹ بال کا فائنل مقابلہ گزشتہ سال جیتنے والی، کینیڈا اور امریکہ کی ٹیموں کے مابین کھیلا گیا۔ گرم جوشی کی ایک لہر تھی جو میدان کے اندر بھی اور باہر بھی محسوس کی جا سکتی تھی۔ یہ مقابلہ بہت سخت اور دلچسپ رہا اور دونوں طرف کے کھلاڑیوں نے بھرپور کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ شائقین کی تالیاں اور نعرے میچ کے لطف کو دوبالا کر رہے تھے۔ یہ مقابلہ اپنے آخری لمحات میں انتہائی دلچسپ صورت اختیار کر گیا اور بالآخر امریکہ کی ٹیم نے میچ 23 کے مقابلے میں 24 پوائنٹ سے جیت لیا۔ فضا نعرہ تکبیر، خدام الاحمدیہ زندہ باد، خلافت احمدیہ زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ ادھر دیکھنے والوں نے وہ نظارہ دیکھا جو اس ٹورنمنٹ کی عین ترجمانی کرتا تھا۔ صدر خدام الاحمدیہ امریکہ اور صدر خدام الاحمدیہ کینیڈا بغل گیر ہیں اور دیکھنے والوں کو گویا یہ پیغام دے رہے ہیں کہ خدام الاحمدیہ کے جھنڈے تلے ہم ایک ہیں، علاقوں، زبانوں اور رنگ و نسل کے فرق سے بالا ایک رشتہ ہے، خدام الاحمدیہ کا رشتہ، جو عالمگیر ہے۔ اس موقع پر صدر صاحب خدام الاحمدیہ کینیڈا نے کہا: "ہم اس ٹورنمنٹ میں باسکٹ بال یا ساکر نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کا دل جیتنے آئے تھے"۔ پروگرام کا اختتامی اجلاس اتوار کو منعقد ہوا جس میں North Hempstead کے ٹاؤن سپروائزر Mr. John Kaiman اور Nassau County کے Director of Minorities مکرم مہندر سنگھ تنیجا نے بھی شرکت کی۔ مسٹر کے مین نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "یہ ماحول دیکھ کر تو مجھے خیال گزرا کہ میں اپنے 12 سالہ بیٹے کو بھی اس ٹورنمنٹ میں شرکت کے لئے لے آتا"۔ مسٹر کے مین نے پروگرام کے اعلیٰ نظم و ضبط، خدام کے بھائی چارہ اور جوش و خروش کو خوب سراہا۔ پروگرام کے اختتام پر مہمان ٹیموں کا صدر صاحبان امریکہ، کینیڈا، بیلجیم، ناظم اعلیٰ اور نائب صدران خدام الاحمدیہ کے ساتھ کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ جس میں مہمانوں نے اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس بار بھی ہمیشہ کی طرح انہوں نے خدام کی محبت اور بھائی چارے کو محسوس کیا اور یہ کہ اس اعلیٰ روایت کو ہمیشہ قائم رہنا چاہیے۔ صدر خدام الاحمدیہ امریکہ نے خلافت انٹرنیشنل سپورٹس ٹورنمنٹ کو امریکہ میں خلافت جوبلی کے سال کی خوشیوں کی ابتدا قرار دیتے ہوئے کہا: "5 ممالک سے 40 ٹیموں کا ایک موقع پر جمع ہونا جس میں اطفال بھی شامل ہوں، کسی جشن سے کم تو نہیں"۔

خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضل اور رحمت سے یہ ٹورنمنٹ اپنی انمول یادوں کے ناقابلِ فراموش باب دلوں پر رقم کرتے ہوئے 17 فروری 2008 کو اختتام پذیر ہوا۔ تین باسکٹ بال کورٹس، دو ساکر فیلڈز اور دو دن پر محیط یہ ٹورنمنٹ آغاز سے انجام تک ہر ہر لحہ خلافت سے محبت، نظام کی اطاعت اور بھائی چارے کے فروغ کا آئینہ دار بنا رہا (الحمدللہ ثم الحمدللہ)۔

صحاحِ ستہ اور اس کے مؤلفین کا مختصر تعارف

مرتبہ: سید فہیم احمد مبلغ سکم، گنٹوک

اسماء کتب	مصنفین	پیدائش، وفات، عمر	اساتذہ	تلامذہ	سفر	احادیث	خصوصیات	متفرق
صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بروزبہ کنیت۔ ابوعبداللہ	194ھ 256ھ 62سال	امام احمد بن حنبل ابن شہاب زہری یحییٰ بن سعید ہشام بن عروہ۔ اسحاق راھویہ علی المدینی	امام مسلم امام ترمذی	حجاز، شام، عراق، مصر، یمن، خراسان، 210ھ میں آغاز کیا	باب 3450 احادیث 9082 غیر مکرر 4000	اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحت احتیاط، قوت رواۃ۔ استنباط مسائل۔ اتصال اسناد	صحیح بخاری کے علاوہ 23 کتب ہیں۔ بخاری کی شرح 1000 کے قریب ہیں۔
صحیح مسلم	مسلم بن حجاج بن مسلم بن وردالکرد القیری نیشاپوری کنیت ابوالحسن	206ھ 261ھ 55سال	امام احمد امام بخاری	امام ترمذی ابوخزیمہ محمد بن اسحٰق	حجاز عراق بصرہ، اے بلخ	احادیث 1200	حسن ترتیب	مزید 9 کتب
جامع ترمذی	محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن ضحاک السلمیٰ الترمذی کنیت ابوعیسیٰ	209ھ 275ھ 66سال	امام بخاری امام مسلم امام ابوداؤد	محمد بن احمد احمد بن یوسف	حجاز، بصرہ، کوفہ، خراسان، بخارا	احادیث 3956	کافی للمقلدو مغن اللمجتهد كانما يتكلم النبی فی بیته مذاہب فقہ کا بیان	انواع حدیث کا بیان ہے۔ بخاری اور ابوداؤد دونوں کی جامع ہے 21 شروح مزید 6 کتب
سنن ابی داؤد	سلیمان بن اشعث بن اسحاق سجستانی	202ھ 275ھ 73سال	امام احمد اسحاق راھویہ ابوثور	امام ترمذی امام نسائی	حجاز، شام، عراق، جزائر، بصرہ	باب 187 احادیث 4800	صرف احکام و مسائل کے متعلق ہدایت پر مشتمل ہے۔ فقہی احادیث، تکرار سے گریز	16 شروح ہیں
سنن نسائی	احمد بن محمد بن اسحاق نسائی کنیت، ابوعبدالرحمٰن ابوبکر	214ھ 303ھ 89سال	امام بخاری امام ابوداؤد	امام طبرانی امام طحاوی	حجاز، شام عراق، جزائر خراسان	احادیث 5761	ایک روایت کا کئی جگہ ذکر، طرق حدیث کی وضاحت	13 تصانیف۔ صفا و مروہ کے درمیان تدفین ہوئی سنن میں سب سے کم ضعیف احادیث ہیں۔
سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید بن عبداللہ القزوینی (ایران) کنیت ابو عبداللہ	209ھ 273ھ 64سال	امام مالک ابن ابی شیبہ	ابراہیم بن دینار ابن سیبویہ	حجاز، شام، خراسان، مصر	باب 1560 احادیث 4341	حسن ترتیب و تبویب لاالمهدی الا عیسیٰ والی حدیث	

Holiday Inn Express	5680 Allentown Blvd Harrisburg, PA.17112	www.hiexpress.com/harrisburgpa	717-657-2200	717-657-2200	6.63 miles
Comfort Inn East	7744 Linglestown Rd. Harrisburg, PA.17112	www.choicehotels.com/hotel/pa029	717-540-8400	717-540-8400	11.21 miles
Days Inn Harrisburg North	3919 N. Front St Harrisburg, PA. 17110	www.daysinnharrisburg.com	717-233-3100	717-233-3100	2.56 miles
Howard Johnson Harrisburg/Hershey	473 Eisenhower Blvd Harrisburg, PA. 17111	www.harrisburghotels.com	717-564-6300	717-5646300	7.76 miles
Homewood Suites - West	5001 Ritter Rd Mechanicsburg, PA. 17055	www.harrisburgwest.homewoodsuites.com	717-691-6691	717-697-4900	9.92 miles
Hampton Inn Harrisburg West	4950 Ritter Rd Mechanicsburg, PA. 17055	www.harrisburgwest.hamptoninn.com	717-691-6691	717-691-1300	9.74 miles
Comfort Inn Riverfront	525 S. Front St Harrisburg, PA. 17104	www.comfortinnriverfront.com	717-233-1611	717-233-1611	3.15 miles
Days Inn Hershey	350 W Chocolate Ave Hershey, PA. 17033	www.daysinnhershey.com	717-534-2162	717-534-2162	16.55 miles
Hampton Inn	4230 Union Deposit Rd Harrisburg, PA. 17111	www.hamptoininn.com	717-545-9595	717-545-9595	5.99 miles
Courtyard by Marriott Hbg West	4921 Gettysburg Rd Mechanicsburg, PA. 17055	www.marriott.com/harwm	717-766-9006	800-321-2211	9.47 miles
Felicita Garden Resort	2201 Fishing Creek Valley Rd Harrisburg, PA. 17112	www.felicitaresort.com	717-599-7603	717-599-5301	8.55 miles
Country Inn & Suites Harrisburg West	4943 Gettysburg Rd Mechanicsburg, PA. 17055	www.countryinns.com/harrisburgpa_west	717-796-0300	717-796-0300	9.52 miles
Four Points by Sheraton	800 East Park Dr. Harrisburg, PA. 17111	www.fourpoints.com/harrisburg	717-561-2800	717-561-2800	6.32 miles
Best Western Inn & Suites	815 Eisenhower Blvd Harrisburg, PA. 17057	www.bestwesternharrisburg.com	717-939-1600	888-868-5952	10.43 miles